

ماہنامہ
دلیلِ راہ
 لاہور

مئی 2010ء - چوتھی اشاعتی 1431ھ



قَوْلًا كَى صَلِّ وَسَلِّمْ وَآمِنًا
 أَبَدًا عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كَهَمَّةً



نبی محترم ﷺ

گر خدائے پاک کی توفیق ہو گی مرحمت
 بدرا کہہ سکتے ہیں نعت شاہ عالی مرتبت
 جذب و شوق و مستی ہیں لوازم نعت کے
 اہلک خوں بھی نعت میں رکھتے ہیں قدر و منزلت
 آپ کی بعثت سے دنیا میں بہاروں کا طلوع
 منبع فیض و عطا ہیں، آپ ختم المرتبت
 آپ کی خاطر بنے ہیں، یہ زمین و آسمان
 ماہ و انجم، نور و نکبت اور جہاں کی حکمت
 زندگی کی شام جن کے دم سے صبح نو بنی
 ہو گئے روشن دو عالم از قدوم مہمنت
 آپ کی تحسین کا حق ہو نہیں سکتا ادا
 صاحب خلق عظیم! آپ ہیں معجز صفت
 اک گدائے بے نوا بھی حاضر خدمت ہے آج
 ہو عطا اک جرء حب نبی اور معرفت
 درد مندان جہاں کو مل گیا آخر قرار
 غم کے ماروں کو ملی جاں کی اماں اور عافیت
 حسن اخلاق و مروت، بہترین ٹھہرے اصول
 آپ نے سکھلا دیئے انداز عجز و مسکنت
 فاطمہ زہرا ہیں بے شک آپ کی نور نظر
 میری خواہش ہے کہ لکھوں ان کی بھی اک منقبت
 ہے یہی میری تمنا، بدرا میری آرزو
 آپ کے در پہ مروں، گر ہو اجازت مرحمت

ماشتی میں عزت سادات

شہر نور مدینہ شریف میں مرکز اشاعر کے کمرہ 206 میں قیام کے دوران بد قسمتی سے ٹیلی ویژن آن کر بیٹھا۔ سکرین پر گیلانی اور اباد کو ہاتھ ہلا کر یکجا محبتوں اور وفاؤں کا اظہار کرتے ہوئے دیکھا۔ طبیعت خراب ہو گئی، دونوں کے آباء و اجداد یاد آ گئے، ایک کے اسلاف میں غیور مسلمان تھے اور دوسرا تو شہنشاہ بغداد کا لاڈلا ٹھہرا۔ میں ابھی ماضی ہی میں کھوا ہوا تھا، اُسی لیکن دقیقہ دان نبی کے انقلابات ذہن و دل میں گھوم رہے تھے۔ سوچ رہا تھا نظام عالم کو قائم کئے ہوئے بے شمار مدت گذر چکی ہے لیکن علم و ادب کے جو مفہومات آقا ﷺ نے سکھائے تھے آج تک قومیں ان سے بیگانہ بنی ہوئی ہیں۔ اچانک یہ خبر جلتی لفظوں کے ساتھ ٹی وی پر چلی ”پاکستان میں ہفت روزہ دو چٹھیاں کر دی گئیں“۔ ابھی گھڑیاں آگے کرنے کا ڈرامہ اپنی خوشستوں کو سمیٹ نہیں پایا تھا کہ چٹھیوں کا کھیل رچا دیا گیا۔ اس بات کا اعتراف ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے، اہل زمانہ کی طبیعتیں بدلی ہوئی ہیں، روحانیت کی جگہ مادیت نے لے لی ہے، تیزی کے ساتھ مشرف کی بساط پلیٹ کمر مغرب کی ٹھاٹھ جمانے کی کوشش ہو رہی ہے، لیکن ہم کیا کریں ہماری بوسیدہ سوچیں ابھی تک اسی محور پر گھوم رہی ہیں۔ قدریں بدل جاتی ہیں خون کو تو نہیں بدلنا چاہیے۔

”اب میں گیلانی صاحب کو کیسے سمجھاؤں کہ جن لوگوں نے مغرب کے فلسفے گڑھے ہیں وہ تمہارے آباء و اجداد کے علم سے خوشہ چینی کرنے والے تھے۔ نالائسائے تمہارے غزالی صاحب کا نام ادب سے لیتا ہے۔ گاندھی کہتا تھا قانون کا ایک آسان ہے اور وہ حضور ﷺ کے کندھوں پر قائم ہے۔ براؤن اور نکلسن نے کہا تھا دنیا کی ترقی کے لئے محمد ﷺ کے دیئے ہوئے علم کی مرہون منت ہے۔ کارلائل اور گونے تمہاری جد کی مدحت میں رطب اللسان تھے۔“

گیلانی صاحب آپ کدھر کھو گئے ہیں، کن لوگوں میں الجھ گئے، کیسے لوگوں نے آپ کو اپنی ظلمتوں میں گھیر لیا ہے۔ لگتا ہے ملک کو ٹھیکے پر وہ لوگ دینے کی تیاری کر رہے ہیں۔ منڈیاں سرد پڑ رہی ہیں۔ پولیس

غریب عوام کو سیدھی گولیاں مار رہی ہے۔ چھٹیوں کے نظام نے تعلیم کو درہم برہم کر دیا۔ مغرب میں ہفتہ اور اتوار کی چھٹیوں کا فلسفہ تمہیں بتاتا چلوں بجلی کے بل بچانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ہفتہ یہودیوں کا مذہبی دن ہے اور اتوار عیسائیوں کا مذہبی دن ہے، ان کے ہاں دونوں دنوں کے تقدس کا احترام شامل ہے۔ ہمارے ہاں تو جمعہ عبادت کا دن تھا لیکن وہ دن والوں کی دیدہ دلیریوں اور سینہ زوریوں کا شکار ہو گیا ہے۔ بجلی کا بحران حل کرنے کے لئے تو تین دن کی چھٹیاں کرتے۔ واللہ! یہاں آپ کے اعلان کے بعد مدینہ شریف میں ایک صاحب کہہ رہے تھے ملک میں چھ ماہ کی مکمل تعطیل کر دیں، شاید بجلی کا بحران ختم ہو جائے۔

محترم!

نفس انسانی تین چیزوں سے مرکب ہے:

ایک عقل ہے

دوسرے جذبات اور احساسات ہیں

اور تیسرا پختہ ارادوں کے ساتھ سعی و عمل ہے

قوم کو بحران سے نکالنے کے لئے سیاست دانوں کو انہی تین چیزوں کا ادراک اور اہتمام کرنا چاہیے۔

لگتا ایسے ہے کہ مدہوشیوں نے عقل کو بُری طرح سُلا دیا ہے۔ عقل سے خالی دماغ

رکھنے والے لوگ اگر پارلیمنٹ میں بیٹھ جائیں تو طاقت اور قوت رکھنے والے ادارے خود بخود مسلط ہو جایا کرتے ہیں۔

جہاں سے سیاسی غلطیاں ہو رہی ہیں اصلاح کا عمل وہاں شروع ہونا چاہئے۔

قرآن حکیم کا ارشاد گرامی ہے:

فَلَا تَطْعَمُ الْمَكْدُوبِينَ ۝

وَذُو النُّتْدِهِنِ

فَيَذْهَبُونَ ۝ (القلم: 9,8)

تو آپ تکذیب کرنے والوں کی اطاعت نہ فرمانا

وہ تو دل سے چاہتے ہیں کہ آپ کسی طرح نرم پڑ جائیں

تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

ان والوں کو بھی میم محمد والے کا راستہ بتاؤں گا۔ انہیں بھی ن، والقلم کا راز جاننا چاہیے۔

لفظ نون والوں کے لئے میم کا دستور یہ ہے:

وَلَا تُطْعَمُ كُلَّ حَلَّافٍ

مَّهِينٍ ۝

هَٰذَا

مَشَاءٌ بِبَيْنِمْ ۝

مَنَاءٌ لِلْحَبْرِ مُعْتَدٍ أَشِيمٍ ۝

عُثْلٍ بَعْدَ ذٰلِكَ رَنِيمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝

”اور بات نہ ماننا اس شخص کی جو بہت زیادہ قسمیں کرنے والا ذلیل ہے

عزمتیں بکھیرنے والا

لگانے بجھانے میں منہمک فتنہ پرور

نیکی سے بڑھ چڑھ کر منع کرنے والا

سرکش، گناہ گار، بد مزاج اس پر مستزاد نطفہ حرام

صرف اس لئے کہ وہ مال و دولت اور بیٹے رکھتا ہے۔“ (القلم: 10-14)

مال سازی، زرداری اور زرکشی کے چکر میں اپنی قوم اور ملت کی کمر نہ توڑیں۔ عقل

خداداد اور سوچ دینر مسائل کی دلدل سے نکالنے میں مدد کر سکتی ہیں۔

انسانی ذات کی تکمیل میں دوسرا عنصر جذبات اور احساسات کا ہے۔

صاحب ارادہ شخص کبھی کمزور نہیں ہوتا وہ مخالفتوں کے جھوم میں گھبراتا نہیں۔ اس کی

قوت ارادی مستحکم نتائج اور ثمرات عطا کرتی ہے اور ارادت جذبات اور احساسات ہی کا معجزہ اور کرامت ہوا کرتی ہے۔

ہمارے سیاست دانوں کو شیرازہ بند ہو کر بحران سے نکلنے کا فارمولا اختیار کرنا چاہیے۔ گیلانی صاحب میں اہلیت موجود ہے

کہ وہ اپنے خوبصورت خون کو قومی اور ملی خدمت کے لئے وقف کریں۔ قوم کو آمادہ اور یک آواز کر کے ہر روز صرف دو گھنٹے

کے لئے مکمل بلیک آؤٹ کر دیں۔ بجلی کی کمی کا مقابلہ یہ قوم اپنے زندہ جذبات سے کر سکتی ہے لیکن ہر گھنٹے پینترے بدل

بدل کر صنعتیں، بازار اور کاروبار تباہ کرنا دانائی نہیں۔ قوم کو سیاست دانوں نے جہاں پہنچا دیا ہے کوئی ریفاہ مرہی اُسے

ظلمتوں کے گرداب سے نکال سکتا ہے۔ جھوٹ کے ڈبوں میں مکر کا دودھ پینے والے اہل سیاست جو کیں ہیں صرف وہی

قوم کو منزل نہیں دے سکتے۔ اس عظیم کام کے لئے اہل صدق و صفا چاہئیں۔ قائد اعظم کی فکر کو ذبح کرنے والے قائد اعظم

کے ملک کی حفاظت کیسے کریں گے۔ طرفہ تماشہ تو یہ کہ فال الف جیم سب ہمارے قومی ہیرو بن گئے ہیں۔

تیسری چیز سعی و عمل اور جہد مسلسل ہے۔ قومی ترقی کے لئے ہمیں ریاکارانہ بلکہ منافقانہ

کلچر ختم کرنا ہوگا۔ ہمارے سیاست دان قوم کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں اور اس طرح سعی و عمل کا تعامل سست پڑتا ہے۔

قومی لیڈر کو اپنی ملت کو اعتماد میں لے کر اب الف سے اللہ شروع کر دینا چاہیے۔ بعض پڑوسی ممالک کی طرح ہم بہت کم

وقت میں سب قوموں سے آگے نکل سکتے ہیں، لیکن یہ عظیم کام زرداری کی زیر قیادت نہیں ہو سکتا۔ گیلانی صاحب بھی اپنے

بڑوں کے سائے میں کام شروع کر دیں تو برکت ہی برکت ہوگی۔ اس طرح کا غدی یوسف حقیقی یوسف بن جائے گا، وگرنہ

شاہ جی آپ کو استعفیٰ دے دینا چاہیے۔ آپ اور ہم اکٹھے آپ کے بزرگوں کا عرس منائیں گے۔ مُردوں کی مسجائی کے لئے

یہ راستہ بھی اچھا ہے۔

دعاؤں کا طالب

سید حسنہ بنت

سید ریاض حسین شاہ

قرآن مجید کی یہ سورت رسول انور ﷺ کے مبارک دل پر مکی زندگی کے اداس میں نازل ہوئی۔ مضامین سورت سے اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ سورہ نہسا کے بعد یہی سورت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اس سورت کے فضائل میں علامہ اسماعیل حقی نے روح البیان میں ایک حدیث نقل کی ہے:

”جو شخص سورہ ”نازعات“ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبر اور قیامت میں اتنی ہی دیر ٹھہرائے گا جتنی دیر اس نے فرض نماز ادا کی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔“

سورہ ”نازعات“ کی تلاوت کرنے والا شخص برزخ اور قیامت ہر دو مقام پر عزت، تکریم اور کرامت کے ساتھ سرفراز ہوگا۔

اس سورت کے امتیازات میں سب سے اہم چیز اس سورت کا اسلوب، طرز، لہجہ اور انداز بیاں ہے۔ ابتدا میں پانچ قسمیں ہیں جو نزول قرآن کی فضالوئیں سے بھر دیتی ہیں اور قیامت تک کتاب رحمت سننے والی ساعتی قوتوں کے کانوں پر دستک دیتی ہیں۔ سورت کی آیات میں لگتا ہے مضامین کے ساتھ کیفیات بھی نازل ہوئیں۔ آغاز میں وارد ہونے والی آیتوں کی تلاوت کے ساتھ یہ سورت روح کے اخروی سفر کا منظر نامہ بن جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ سورت آخرت کے شعور کو بہت اہمیت کے ساتھ پیش کرتی ہے۔

سورہ نازعات کا معنوی درو بست دیکھ کر یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ آخرت کا وقوع اور برزخ کی واقعیت ایک فیصلہ کن چیز ہے جسے رد نہیں کیا جاسکتا۔

سورت میں بیان کردہ قسموں کا مطالعہ اپنے غموض کے ساتھ قاری قرآن کو وادی حیرت میں اتار دیتا ہے۔ نزاع کی کیفیات تھوڑی دیر کے لئے سانسوں کو اوپر نیچے کر دیتی ہیں۔ ابھی یہ نزاع سے پہلے نزاع کی حالت ختم نہیں ہوتی تو قیامت کا منظر سامنے آ جاتا ہے۔ کسی کو اٹھا کر عزت سے سرفراز کر دینے والا اور کسی کو ذلیل کر کے ٹھنڈے والادل گذارنے نفوس کو ابھی مروڑ ہی رہا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی یہ طاقت و سورت مکذبین میں سے ایک شخص کی عبرت آفریں تاریخ بیان کرنا شروع کر دیتی ہے لیکن حکایت میں قرآنی لہجہ رفیع اور فروغیت دونوں کی خدمت کرتا ہے لیکن موسوی کردار کی روشنی مدھم دکھائی نہیں دیتی اور یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ جب وہ ذلتوں کی تاریخ بیان کرتا ہے اس تاریخ کا ہر حصہ ظلمتوں اور ذلتوں میں ڈبا ہوا دکھائی دیتا ہے اور قرآن جب عزتوں کی درخشندہ تاریخ حروف و کلمات میں سموتا ہے تو اس تابناک تاریخ کا ایک ایک حصہ آفتاب سے زیادہ منور دکھائی دیتا ہے۔

واقعاتی نصاب کے فوراً بعد قرآن حکیم حیرت میں مبتلا کر دینے والی تکنیکی حقیقتوں کو بیان کرتا ہے اور استدلال یہ کیا جاتا ہے کہ عظیم آسمان، لیل و نہار کا راز دروں رکھنے والا نظام کبھی روشنی کبھی اندھیرا، پانی اور پہاڑ، کیا ان نظاموں کی تخلیق بھاری کام ہے یا چھوٹے سے انسان کو پھر سے پیدا کرنا شدید تر ہے، سورت کا یہ حصہ یقین آفرینی کی انتہائی موثر دعوت ہے۔

سورہ نازعات ”بڑی مصیبت“ کی کچھ تفصیل بیان کر کے فوراً ایک سوال نامہ بن جاتی ہے یعنی کفار بار بار پوچھتے ہیں اگر قیامت آنی ہے تو آپ اس کی تاریخ تو بتادیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ حکمت الہی کا تقاضا یہی ہے کہ اس زردروں کو قبل از وقت افشا نہ کیا جائے۔ باقی رہے میرے حبیب تو ان کا فریضہ صرف اتنا ہے کہ وہ اس دن کی حقیقتوں اور کیفیتوں سے ڈراتے ہیں۔ ممکن ہے کس کے پلے بات پڑ جائے اور وہ اپنے نفس کو گندگیوں سے دھو لے اور اللہ کی طرف اپنا راستہ بنا لے۔

وَالْزُّوْلَمٰتُ عَرٰقًا

”قسم ہے ان فرشتوں کی جو ڈوب کر روئیں نوچ لیتے ہیں۔“

سورت پے در پے قسموں سے شروع ہوتی ہے۔ قاری قرآن کی زندگی میں فہم و ذکا کی لہر پیدا کرنے کے لئے پہلی قسم ان فرشتوں کی ہے جو موت کے وقت روجوں کو تختی سے گھینٹتے ہیں۔ نازعات نزاع سے مشتق ہے جس کا معنی کسی چیز کو تختی اور شدت کے ساتھ کھینچ کر نکالنے کے ہوتے ہیں اور غرق فاسد اس کی تاکید ہے۔ اس لفظ کا اساسی اور وضعی معنی اپنی قوت کو شدت کے ساتھ خرچ کرنے کا ہوتا ہے۔ عربوں میں یہ بات مشہور ہے۔ اغرق النازع فی القوس یعنی کمان کھینچنے والے نے اسے کھینچنے میں اپنی پوری طاقت خرچ کر دی۔

قرآن مجید قیامت تک کا روحی سفر بیان کرنے کے لئے سب سے پہلے بدن سے روح کے نکلنے کا منظر بیان کرتا ہے اور وہ بھی کافروں کی رواج جس طرح بدنوں سے نوچی جائیں گی وہ کیفیت بیان کی جاتی ہے کہ فرشتے بدن میں ڈوب کر روجوں کو نوچتے کھینچتے ہیں پھر بند کھول دیئے جاتے ہیں اور پھر انہیں جہنم میں ڈوبا جاتا ہے۔

فرشتوں کی قسم اس مناسبت سے کھائی گئی ہے کہ قیامت کے روز جب مادی رشتے اور علاقہ ٹوٹ جائیں گے اور غیر معمولی قسم کے

واقعہات رونما ہوں گے اور گرفت و گیر کا یہ سارا کام اللہ تعالیٰ فرشتوں ہی سے لے گا۔ (1)

ابومصور ماتریدی اور ابن کثیر نے آیت کا معنی و مفہوم موت بھی بیان کیا ہے۔ بعض مفسرین نے پہلی دونوں آیتوں سے مراد ستارے لئے ہیں اور بعض کے نزدیک جنگجو مجاہدین ہیں لیکن جمہور مفسرین نے آیت کا مفہوم فرشتے ہی لئے ہیں۔ (2)

جن مفسرین نے آسمانی ستارے مفہوم تفسیر میں بیان کئے ہیں ممکن ہے ان کی مراد یہ ہو کہ ایک افق سے ستاروں کو نوچ کر دوسرے افق کی طرف انہیں روانہ کر دینا، پھر کچھ ستاروں کا دھیرے دھیرے چلنا اور کچھ کا تیزی سے رواں ہو جانا۔ مچھلیاں جیسے سمندر میں تیرتی ہیں ایسے یہ ستارے فضاؤں میں تیرتے ہیں، دوڑتے ہیں، اچھلتے ہیں، شہاب ثاقب بن کر برستے ہیں۔ کبھی پھسلتے ہیں اور کبھی سنٹتے ہیں اور ان کے جلوہ بانہ افعال کا اثر زمینی زندگی پر بھی پڑتا ہے اور اگر یہ اشارہ مجاہدین کی طرف ہو تو وہ جس طرح شعلہ برق بن کر اعدائے دین کے خرمن پر پڑتے ہیں ان کی شان و دیکھنے والی ہوتی ہے۔ ان میں ایک دوسرے پر سبقت بھی ہوتی ہے اور جنگی امور کی تدبیر بھی ہوتی ہے۔ (3)

وَالْفِشْطِ تَشْطًا

”اور ان فرشتوں کی جوڑی سے جان کے بند کھول دیتے ہیں۔“

نشط کا معنی ہوتا ہے کسی جگہ سے نکل جانا، بندھن کھول دینا۔ اگر کسی مٹک یا ظرف میں ہو یا پانی ہو اور اس کا بندھن کھول دیا جائے تو پانی اور ہوا آسانی سے باہر نکل جاتے ہیں۔ ناشط اس نکل کو کہتے ہیں جو بغیر روک ٹوک ایک علاقہ سے دوسرے علاقے کی طرف چلا جائے۔ ناشط وہ گہرہ ہوتی ہے جو آسانی کے ساتھ کھل جائے۔ اسی طرح ناشط ایک خاص کیفیت کا نام ہے جس میں انسان مستعد اور سرور ہوتا ہے اس لئے اس لفظ کا معنی خوش ہونا بھی لکھا گیا ہے۔ ابن فارس نے تو جنم جانا بھی اس لفظ کا معنی نقل کیا ہے۔

ممکن ہے قرآن حکیم نے اس آیت میں ستاروں کی باہمی کشش مراد لی ہو، اس لئے کہ وہ آسانی سے ادھر ادھر متحرک ہونے کے ساتھ اپنی کشش کو قائم رکھتے ہیں گویا ان کی گرہیں کھلی ہوتی ہیں، تیز رفتاری بھی ہے اور نظم و ضبط کی پابندی بھی ہے۔ (4)

جن مفسرین نے ان آیات کا مصداق مجاہدین کو ظہر ایا ہے وہ بھی غلط نہیں اس لئے کہ جہاد تو استعداد، نظم و ضبط، پلٹنا اور جھپٹنا اور تیزی سے رواں ہونے کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ (5)

لیکن آیت کا اصل مصداق وہی ہے جو جمہور مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہاں ان فرشتوں کی قسم کی گئی ہے جو مومنین کی روحیں قبض کرتے وقت آسانی اور نشاط کے پہلو کو غالب رکھتے ہیں۔

پیر کرم شاہ الازہری نے خوب لکھا:

کہ فرشتے جب مومن کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں وہ روح پہلے ہی محبوب حقیقی کے وصال کے لئے بے تاب ہوتی ہے اور اس گھڑی کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوتی ہے جب نفس جسم سے اسے اذن رہائی ملے۔ (6)

مومن کو قبض روح کے وقت کوئی تکلیف نہیں ہوتی علامہ اسماعیل حق نے لکھا:

”یہاں آسانی سے مراد روحانی آسانی ہے اگر کسی صالح شخص کو نزاع کے وقت تکلیف میں دیکھیں تو ہرگز اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اسے روحانی طور پر تکلیف ہو رہی ہے اور نہ ہی کافر کو موت کے وقت آسانی میں دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ روحانی اعتبار سے بھی پر

نشاط ہے۔“ (7)

ایک مفسر نے یہ بات اچھی لکھی ہے کہ کافر کو نزاع روح کے وقت ہی سے برزخ کا عذاب سامنے آ جاتا ہے۔ اس کی روح اس سے گھبرا کر بدن میں چھپنا چاہتی ہے اور فرشتے اسے کھینچ کر باہر نکالنا چاہتے ہیں جبکہ مومن کی روح کے سامنے عالم برزخ کا ثواب، نعمتیں اور

بشارتیں آتی ہیں تو اس کی روح تیزی سے ان کی طرف جاتی ہے۔ واللہ اعلم (8)

وَالشَّيْطِ سَبْحًا

”قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیزی اور قوت سے گھومتے ہیں۔“

سبحوہ عربی زبان میں کشتی کو کہتے ہیں۔ (9) سبح کا مفہوم ہوتا ہے ”تیرنا“۔ آبی جہاز اور کشتیاں جب دریاؤں اور سمندروں میں رواں ہوتی ہیں تو راہوں میں کوئی آڑ پہاڑ نہیں ہوتا اس لئے تیزی اور سرعت کے ساتھ منزل مقصود کی طرف بڑھتی ہیں۔ حضرت علی ؑ نے

ارشاد فرمایا کہ یہاں مراد موت کے فرشتے ہیں جو روحیں قبض کرنے کے بعد تیزی سے آسمان کی طرف انہیں لے جاتے ہیں۔ (10)

مجاہد نے کہا کہ مسابحات سے وہ تمام فرشتے مراد ہیں جو کونبی امور میں تیزی سے آسمان کی طرف سے زمین پر اترتے ہیں تاکہ اللہ

بعض بزرگوں نے مسابحات سے مراد مجاہدین کے گھوڑے لئے ہیں (12)

قنادہ اور حضرت حسن بصری ؒ کے نزدیک مسابحات وہ ستارے ہیں جو افلاک میں تیر رہے ہیں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (سورہ یس: 40)

”اور ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔“

حضرت عطاء نے پانی میں چلنے والی کشتیاں مراد لی ہے۔ (13)

حضرت ابن عباس ؓ فرمایا کرتے تھے:

”مسابحات سے مراد مومنوں کی روحیں ہیں جو محبت الہیہ میں ڈوب کر شوقِ لقا کے ساتھ بدن سے پرواز کرتی ہیں۔“ (14)

فَالسَّيِّفَاتِ سَبَقًا

”پھر ان فرشتوں کی قسم جو آگے بڑھ کر تاپہ مقصد پہنچ جاتے ہیں۔“

مسابقاتِ سبقت کے مادہ سے ہے اور اس کا مفہوم اور معنی ہوتا ہے آگے نکل جانا (15) حضرت علی ؓ، مجاہد، ابوصالح، مسروق اور حضرت حسن بصری ؒ نے مسابقات سے مراد فرشتے ہی لئے ہیں جو روحوں کو قبض کرنے کے بعد بڑی تیزی سے آگے بڑھتے ہیں اور روحوں کو ان کے اچھے یا بُرے ٹھکانہ تک پہنچا دیتے ہیں (16) معنی یہ ہے کہ اللہ کا حکم ملتے ہی ہر فرشتہ تعمیل کے لئے دوڑ پڑتا ہے تاکہ اطاعت میں وہ سب پر سبقت لے جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں وہ کارکنِ فرشتے مراد ہوں جو تکوین و ارشاد کا کام نبھانے میں اللہ کی طرف سے مامور نہیں۔ امام نسفی نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے۔ (17) البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اس سے مراد مومنوں کی وہ مشتاق روحیں لیتے تھے جو خود ہی فرشتوں کی طرف آگے لپک کر کہتیں کہ اللہ کے حکم پر ہم خود ہی حاضر ہیں (18)

فَالَّذِي تَرَىٰ أَصْمَدًا

”پھر حکم کے مطابق تدبیر کرتے ہیں۔“

تدبیر کرنے والے فرشتے یا تو مراد یہ ہے کہ جس روح کے لئے آرام کا بندوبست کرنا ہے اس کے آرام کی تدبیر کرنا ہے اور جسے عذاب و تکلیف میں ڈالنے کا حکم ہو اس کے وہ انتقام کرنا اور یا پھر اس سے مراد انکو نئی فرائض سرانجام دینے والے فرشتے مراد ہیں (19)
علامہ آلوسی نے روح المعانی اور ابو منصور ماتریدی نے تاویلات اہل سنت میں ان قسموں کی مراد متعین کرتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ ان سے مراد کامل مومنوں کی ارواحِ فاضلہ ہیں۔ وہ عظیم اور لطیف روحیں جب جسم کے قالب میں ہوتی ہیں تو مرنے سے پہلے گویا اپنے جسم کی سواری سے کھینچی رہتی ہیں۔ جب حکم لقا آتا ہے تو شوق سے بدن سے عالمِ نشاط میں باہر آ جاتی ہیں۔ وہ خوشیوں اور مسرتوں میں ڈوبی ہوئی طلیئین کی طرف تیرتی ہوئی تیزی سے بڑھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں پھر یہ شرف اور عزت عطا ہوتی ہے کہ وہ ”معدبرات“ میں شامل ہو جاتی ہیں۔ جیسے فرشتوں کو تکوینی معاملات کی انجام دہی سپرد کی جاتی ہے ایسے ہی یہ ارواحِ فاضلہ اللہ کی طرف سے مختلف امور کی تدبیر کرتی ہیں (20) ان روحوں کے قالبِ جسم جن قبروں میں مدفون ہوتے ہیں وہاں زیارت کے لئے آنے والوں پر بھی ان کی برکات و آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۖ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۖ

”جس روز قہر قہرانے والی لرز جائے گی، ساتھ رہنے والی اس کے پیچھے ہی آ پیچھے گی۔“

علمائے تفسیر نے لکھا کہ پانچ قسموں کے بعد وہ بات حذف کر دی گئی جس پر قسم کی گئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہی آیات میں مقسم بہ موجود ہو یعنی قسم اس بات پر کی گئی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، تمہیں پھر سے زندہ کیا جائے گا اور وقوعِ قیامت کی کیفیت یہ ہوگی کہ کائنات میں زور دار جھٹکے پڑیں گے۔ ایک راجفہ ہوگا اور دوسرا رادفہ ہوگا۔ پہلا جھٹکا پہلی مرتبہ صورتِ پھونکنے سے پھا ہوگا جس سے ہر چیز پر تباہی چھا جائے گی اور دوسرا جھٹکا دوسری مرتبہ صورتِ پھونکنے سے پھا ہوگا جس کے بعد تمام مردے زندہ ہو کر زمین سے نکل آئیں گے۔ یہ تفسیر ابن عباس ؓ بیان فرمایا کرتے تھے۔ مجاہد، حسن، قنادہ اور ضحاک نے اسی کو روایت کیا۔ (21)

ابن کثیر نے یہ بھی لکھا کہ لرزش، زلزلے اور جھٹکے سے زمین اور پہاڑوں کو گویا کوفتہ بنا دیا جائے گا (22) ابن عربی نے لکھا کہ اس

ضرط اب کی وجہ سے جسموں پر پہلے کچکی طاری ہوگی اور پھر جان نکل جائے گی اور دوسرے جھٹکے سے دوبارہ جسموں میں روح ڈال کر زندگی کا جامہ پہنا دیا جائے گا۔ (راجفہ اور رادفہ دونوں کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔) (23)

ابن زید نے کہا کہ راجفہ سے مراد زمین ہے اور رادفہ سے مراد قیامت ہے، یعنی راجفہ زمین کا شق ہوتا ہے اور رادفہ سے مراد اللہ رب العالمین کے حضور حاضر ہونے کا سامان پیدا ہو جاتا۔ (24)

عطا بن ابی رباح کے نزدیک راجفہ قیامت ہے اور رادفہ زندہ ہو کر اٹھنا ہے (25)
خطیب شربنی نے لکھا ہے راجفہ سخت اور تیز آواز کو کہتے ہیں اور رادفہ مسلسل اور حیات آفریں آواز کو کہتے ہیں۔ (26)
حضرت ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ جب تہائی رات گزر جاتی اور یہ بھی ہے کہ جب چوتھائی رات گزر جاتی تو حضور انور ؐ کھڑے ہو کر فرماتے:

اے لوگو!

اللہ کو یاد کرو

راجفہ آگئی

اس کے پیچھے رادفہ ہے

موت اپنے سامان کے ساتھ آگئی

ایک شخص نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ؐ!

اگر میں اپنے سب وقت میں آپ پر درود شریف ہی پڑھا کروں

آپ نے فرمایا:

اگر ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی تمام فکروں سے تجھے کافی ہوگا (27)

قُلُوبُ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۖ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

”اس روز دل کانپ رہے ہوں گے، اس کی آنکھیں سہی سہی ہوں گی۔“

قلوب نکرہ موصوفہ ہے جس کی صفت واجفہ ہے۔ جملہ میں ”یومئذ“ واجفہ کا ظرف ہے۔ نکرہ موصوفہ سے ابتدا نحو میں درست تسلیم کی گئی ہے۔ اس طرح قلوب مبتدا ہوگا اور ”ابصارها“ مبتدا عانی ہوگا اور خاشعہ اس کی خبر واقعہ ہوگی اور ابصار کی اضافت ضمیر اقلوب کی طرف ہو رہی ہے، جبکہ قلوب میں ابصار تو ہوتی نہیں اس لئے یہاں معنی ”ابصار اصحابها“ سے کیا جائے گا (28)

محی الدین شیخ زادہ لکھتے ہیں کہ قلوب پر لام استغراق کا داخل نہ کرنا یہ حکمت رکھتا ہے کہ یہ سارے دلوں کی اور آنکھوں کی کیفیت نہیں ہوگی کہ دل ادھر سے جا رہے ہوں اور آنکھیں ذلت سے پست ہوں (29) یہ حالت صرف منافقوں اور مشرکوں کے دلوں اور آنکھوں کی ہوگی، مسلمانوں اور ایمان والوں کی کیفیت یہ نہ ہوگی۔ وہ نہ تو حزن و ملال کا شکار ہوں گے اور نہ ہی ان کی نگاہوں سے بے قراری ٹپک رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو اطمینان سے بھر دے گا۔ سورہ انبیاء نے ایمان والوں کی حالت خود بیان کی ہے:

لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَرَقُ ۚ اَلَا كَبُرَتْ لَمْعَهُمُ الْمَلَائِكَةُ ۚ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝

”انہیں قیامت کا خوف اکبر تمکین نہ کرے گا اور فرشتے ان سے ملاقات کریں گے یہ ہے وہ دن تمہارا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔“

(الانبیاء: 103)

يَقُولُونَ عَرَأَيْنَا كَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝

”کہیں گے کیا ہم پہلی زندگی کی طرف پھر پلٹائے جائیں گے۔“

سورہ عظیمہ نے یہاں تک لازوال سچائیوں کا لالہ ہوتی نقشہ کھینچا۔ صدق اور عرفان کی خیرات بانٹی۔ قوی اور محکم دلائل کے ساتھ آخرت کے روحانی سفر کی جھلکیاں بیان فرمائیں۔ قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ نے ایمان اور یقین کو مستحکم کر دیا۔ دل اور ذہن جب وقوع آخرت کے اعتبار سے اعتماد اور تسلیم سے بھر گئے تو ارشاد ہوا یہ سب کچھ ہونے کہنے کے باوجود کافروں کی حالت یہ ہے کہ وہ کہتے پھرتے ہیں کیا ہم دوبارہ زندگی کی طرف لوٹ آئیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ مفسرین نے ”یسقولون“ کے قائل منکرین قیامت ہی قرار دے دیں (30)

لیکن یہ سوچئے اور مانئے میں بھی کوئی تباہت نہیں کہ اس جملہ کو اس تناظر میں سمجھا جائے کہ بروز قیامت جب زندگی کا لباس دوبارہ سے بدلوں کو پہنا دیا جائے گا تو وہ ازراہ استعجاب کہیں گے یہ زندگی ممکن کیسے ہوگئی؟ کیا ہم دوبارہ سے پلٹائے جانے والے ہیں۔ نیند سے فوراً بیدار ہونے والوں کی طرح ایک قسم کے ذہول میں ہوں گے۔ تھوڑی سی دیر میں جب حواس ٹھکانے آجائیں گے تو حقیقت کھل جائے گی کہ انہیں دوبارہ زندہ کر دیا گیا ہے۔ (31)

حافروہ کا مادہ حفر ہے جس کا معنی زمین کا کھودنا ہوتا ہے۔ گھوڑے کے سم کو حافروہ کہتے ہیں اس لئے کہ گھوڑا جب دوڑتا ہے اس کے پاؤں کے نشانات زمین پر بنتے چلے جاتے ہیں۔ انسان بھی جب چلے تو گویا اس کے قدموں کے نشانات زمین پر بنتے چلے جاتے ہیں اور جب وہ واپس لوٹتا ہے تو اپنے ہی قدموں کے نشانات اسے مل جاتے ہیں۔ جن پر وہ پلٹ جاتا ہے اس کنا یہ کا اطلاق پہلے والی حالت میں آنے پر ہوتا ہے (32)

عَرَاذًا كُنَّا عَظَامًا نَحْرُوتُ ۝

”کیا پھر بھی جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے؟“

پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ ”نخروہ“ کیا چیز ہے؟

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں ”نخروہ“ ایسا درخت ہے جسے روند دیا جائے اور وہ پائمال اور بوسیدہ ہو جائے۔ (33)

ائمہ لغت نے یہ وضاحت بھی کی کہ کھوکھلا درخت جس میں ہوا داخل ہو کر مختلف سوراخوں سے نکلے اور آواز پیدا ہو (34)

نخری مجنون اور غافل اور مست ہو کر سونے والے کے خراٹوں کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ بقول راغب ناک میں گردش کرنے والی آواز پھرتی ہے

اسماعیل حقی فرماتے ہیں کہ نخو ہڈیوں کے گل جانے کو کہتے ہیں اور شیب لکڑی کے گل کو کہتے ہیں۔ (35)

نخروہ وہ ہڈیاں ہوں گی جو چھوٹے ہی سے ریزہ ریزہ ہو جائیں اور بعض اصحاب لغت نے یہ بھی کہا نخروہ گلی ہوئی ہڈیاں ہوتی ہیں اور نخروہ وہ ہڈیاں جو اندر سے کھوکھی ہوں۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا جب ہڈی کے اندر کا گو دا گل جائے اور اس میں سے ہوا گزرنے لگے اسے نخروہ کہتے ہیں (36) کفار اور منکرین ازراہ مذاق اور تمسخر یہ کہتے کہ ہم جب اپنی قبروں میں پائمال اور بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے کیا ہمیں پھر زندگی کا جامہ پہنایا جائے گا۔ قرآن مجید کی اصل گرفت منکرین کے اسی رویہ پر ہے کہ وہ بجائے معاد کو تسلیم کرنے کے اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تنجیدی سے کہتے ہوں کہ ذہن تسلیم نہیں کرتا کہ ہم بوسیدہ ہڈیوں میں بدل جانے کے بعد پھر سے زندہ ہو جائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مقولہ ان لوگوں کی کیفیت بیان کرنے کے لئے ہو جب وہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر دیئے جائیں گے تو وہ ازراہ حیرت اور استعجاب یہ پکاراٹھیں گے لو ہم زندہ کر دیئے گئے، قبریں کھل گئیں اور نکھری ہڈیوں کو جو زندہ کر دیا ہمیں زندگی سے ہمکنار کر دیا گیا۔

قَالُوا تِلْكَ اِذَا كُنَّا فَخَايِرًا ۝

”بولے یہ پلٹ جانا تو بہت نقصان والا ہوگا۔“

کفار یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ موت انسان کو پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کر دے گی اور انسان کی عاقبت محض بیوند خاک بن جاتا ہے۔ جب معاملہ بالکل الٹ اور اس کا ٹکس ہو جانا ہے تو ان کا افسوس اس بات پر ہوگا کہ دنیا میں بد عقیدگی کی وجہ سے کوئی تیاری نہ کر سکے اور جس کے لئے کچھ نہ تیار کیا وہ رو برو پیش آگئی سولوٹھا گھٹائے کا ہو گیا تیاری جو کچھ نہ ہوئی۔

قرآن مجید کے اسلوب میں دلچسپی اور تعمق ملاحظہ ہو کہ پہلے والی آیات میں ”يقولون“ کہا گیا اور اس آیت میں ”قالوا“ کہا گیا۔ فعل مضارع دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے اور قالوا ماضی میں جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے گویا قیامت کا انکار منکرین کی ہمیشہ کی عادت تھی وہ جہاں بھی اور جس روپ میں بھی تھے کسی نہ کسی طرح وقوع قیامت کے منکر تھے اور اس کا اظہار ان سے ہوتا رہتا تھا لیکن قیامت جب سامنے رو برو ہوگی تو احساس خسارہ اور گھٹائے کا تصور ایک بار کھٹک پیدا کرے گا پھر آخرت کی وادی جزا و سزا انہیں لقمہ بنا لے گی۔

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝

”پھر تو یہ ایک ہی بار میت طاری کر دینے والی لرزش ہوگی۔“

آیت میں ”ہی“ ضمیر دوسری مرتبہ صورت پھونکنے کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ زجرہ کا لغوی معنی چیخ ہے۔ گویا یہ تیز اور سریع آواز

ایک جھگڑے کی مانند ہوگی جب لوگ زندہ ہو کر اٹھ جائیں گے، وہ کیا وقت ہوگا جب اذان حیات کے ساتھ ہی بوسیدہ ہڈیوں کے اندر زندگی متحرک ہو جائے گی اور بعثت اور حشر کا سامان نظر آنے لگ جائے گا۔

﴿فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾

”تو یکا یک وہ ایک میدان میں ہوں گے۔“

ساہرہ ”سہر“ سے ماخوذ ہے۔ یہ لفظ راتوں کے جگراتے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ دہشت اور وحشتیں چونکہ رات کی نیند راڈ اڑتی ہیں اس لئے ساہرہ زمین کا وہ حصہ ہے جس میں دہشت انگیزی ہوش اور ہواس کو اڑا دے۔ چٹیل اور ہموار زمین کو بھی ساہرہ کہہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں ہر چیز سراب معلوم ہوتی ہے۔ جب منزل کا تعین کسی میدان میں مسافر کے لئے مشکل ہو جائے تو اس میدان کو ساہرہ سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ جاری پانی کے چشمے کو بھی ”عین ساہرہ“ کہتے ہیں۔ ساہرہ ایسا میدان ہوگا جس میں ریت بہتے ہوئے پانی کی طرح نظر آئے۔ راغب اصفہانی نے روندی ہوئی زمین اس سے مراد ہی ہے اس اعتبار سے بھی ویران جنگل ساہرہ ہوگا۔ (37)

حضرت سفیان ثوری ساہرہ سے مراد شام کی سرزمین لیتے تھے۔ حضرت وہب بن منہ نے فرمایا ساہرہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے۔ اسماعیل حتی نے لکھا اریمیا پہاڑ کے گرد نواح میں واقع زمین ساہرہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے کہ اس سے مراد چاندی کی سرزمین ہے جسے اللہ سر محشر پیدا فرمائے گا۔

عثمان بن ابی العالیہ کے بقول کو ساہرہ کہا گیا (38)

حضرت قتادہ نے کہا کہ ساہرہ اجنہم ہے۔

ابن کثیر نے کہا کہ روئے زمین کو ساہرہ کہا گیا اور یہی صحیح ہے (39)

آیت میں زور تو اس بات پر دیا گیا ہے کہ بندے کو دوبارہ لباس حیات سے آراستہ کر کے اللہ تعالیٰ کا اپنے روبرو پیش کر دینا کوئی امر محال نہیں۔ سمندر کیڑا ہے جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور آگ ہی میں جیتا ہے۔ برف کے شہنشاہ تودوں کے نیچے اللہ ہی جاندار مخلوق پیدا فرماتا ہے اور یہ اللہ ہی ہے کہ آگ میں تپتے ہوئے لوہے کے سرخ ٹکڑوں کو شتر مرغ کھا جاتا ہے لیکن اسے ہوتا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کچھ مستبعد نہیں اسی نے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تو دوسری مرتبہ بھی وہ حیات سے ہمکنار کر کے حساب لے لے گا بات تو مضبوط ایمان کی ہے (40)

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى

”کیا آپ کے پاس حدیث موسیٰؑ کی پہنچی؟“

اس آیت سے پہلے اس سورت کے اندر دعویٰ طور پر عقیدہ توحید اور ایمان آخرت کے حوالے سے جو حقیقتیں قاری قرآن کے سامنے لائی گئی ہیں وہ اس وسیع کائنات کا اللہ کے دست قدرت میں ہونا ہے۔ نظام تکوین میں سرلیح الحکمت فرشتوں کا ہمہ دم اللہ کی بندگی اور اطاعت میں حوادث عالم سے ارشاد و تکوین کی منزلوں کو متقارب کرنا ہے۔ تخلیق کائنات کا منطقی انجام تخریب نہیں تکمیل ہے اور اس کے لئے قوت اور طاقت چاہیے اور وہ خالق کائنات کے لئے ثابت ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے اس کی حیات اور موت کی ذور اس اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کی اصل ضرورت بندگی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت کے سامنے سرافندگی ہے۔ انسان اللہ کو الہ، قادر اور معبود مان کر تکمیل کائنات کے الوہی پروگرام کا حصہ بن سکتا ہے لیکن اگر وہ انکار کرے گا تو یہ سرکشی ہوگی۔ چھوٹا سا دریا اپنے مخالف نہیں چلنے دیتا تو وہ الہ جس کے ہاتھ میں ساری کائنات ہے اس کی مخالفت کیسے کی جاسکتی ہے۔ کچھ وقت کے لئے ایسا ڈھیٹ انسان بچ سکتا ہے لیکن اسے یہ مہلت نہیں دی جاسکتی کہ وہ تخریب و فساد ہی میں ہمیشہ منہمک رہے بالآخر اسے گردن سے مروڈ دیا جائے۔

مکہ کے مشرکین اور معاد کے منکرین جب سرکشی کے مرض ہی میں سر تا پا ڈوب گئے اور ڈھٹائی کا سرطان ان کے بال بال کے نیچے گھس گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک سرکشی کے انجام کی کہانی سنائی۔ وہ بڑبڑلا فرعون کس طرح موسوی گرفت میں آیا۔ اس کے انکار اور تہائی کی دردناک کہانی قرآن مجید میں جا بجا بکھری ہوئی ہے لیکن ایجاز اور تاثیر کے مجزائی اسلوب میں یہاں ایک بار پھر اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بات تو صرف اتنی ہے کہ انسان سمجھ جائے کہ طاقتور افراد بھی اللہ کے عذاب اور غضب کے مقابلے میں کچھ نہیں لاشی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی عقائدی تحریکی، روحانی اور معاشرتی عظمتوں کو قرآن حکیم نے اس سورت میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ چھوا ہے اور ان کے کردار سے مومنوں کو جوش دلایا گیا کہ وہ رسالت مآب ﷺ کی اطاعت میں کوئی کمزوری نہ دکھائیں، ہر فرعون کا انجام غرق ہونا ہے اور موسوی عقیدہ جس روپ میں ابھرے بالادستی اس کی تقدیر ہے۔ وقت کے شیطان فرعون ہوں یا یزید خدا کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

قرآن مجید میں ایک مزید بات بڑا لطف بانفتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرنوشت کو منسوب ”حدیث موسیٰ“ سے کیا گیا ہے، ہو۔ ہواس کے اندر یہ راز پوشیدہ ہو کہ فرعون تباہیوں کی علامت ہے اور موسیٰ علیہ السلام اصلاح اور عبادت کا روشن نشان ہیں۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ عنوان زندگی کوئی سرکش انسان نہیں ہوا کرتا اللہ کے صالح بندے ہوتے ہیں۔ فرعون کے نام تو جو تیاں کھانے کے لئے چلتے ہیں۔ عزت کی حدیشیں اور کہانیاں پیغمبروں ہی کی ہو سکتی ہیں۔ قرآن کا اصل زور تو اس پر ہے، موسیٰ کی عظمتوں کا عالم یہ تھا حضور ﷺ کی رفعتوں کا عالم کیا ہوگا۔ اس حکم کا اخذ کرنا غیر قرآنی نہیں بلکہ ”ہل انک“ میں مخاطب کی ضمیر اس واسطے تکلف نہ کہ رسول کریم ﷺ کی فضیلت کا عنوان بنا دیتی ہے۔

إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝

”جب اُن کے رب نے مقدس وادی طویٰ میں انہیں آواز دی“۔

آیت کی چار تفسیری توجہات ہیں:

پہلی توجہ یہ ہے کہ جس کو جمہور مفسرین نے اختیار کیا ہے یعنی طویٰ کی مقدس سر زمین میں موسیٰ علیہ السلام کے رب نے انہیں آواز دی۔ یہ لفظ اللہ کی پاک بارگاہ میں موسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کو متعین کرتا ہے۔ وادی طویٰ مدائن اور مصر کے درمیان ہے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب موسیٰ علیہ السلام مدائن سے واپس ہو رہے تھے۔ جب آپ طور کے دامن میں پہنچے تو آگ کی ایک چمک دیکھی، آپ رات کے اندھیرے میں اس آگ کی طرف بڑھے تو وہاں ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں، جو تے اتار دے، آپ وادی مقدس طویٰ میں ہیں (41)۔

آیت کی قابل فہم دوسری توجہ یہ ہے کہ دامن طور کے طویٰ کیوں کہا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ طوی طوی طوی سے ماخوذ ہے جس کا معنی لیٹنا اور سیٹنا ہوتا ہے چونکہ یہ ارض مقدس برکتوں میں لیٹی ہوئی تھی اس لئے اسے طوی کہا گیا۔ عربی میں ”مطویٰ“ بہت پڑھے لکھے عالم کو کہہ دیتے ہیں گویا اس نے کتابوں کی کتابیں اپنے سینے میں سمیٹی ہوئی ہیں، اس لئے اسے مطویٰ کہہ دیتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے علم تو رات کے جلوے چونکہ یہیں سمیٹے اس لئے اس مقدس وادی کو طوی کہہ دیا گیا ہے (42)۔

تیسری توجہ یہ تفسیر تھی ثناء اللہ پانی علیہ الرحمۃ کی ہے (43) وہ فرماتے ہیں کہ طویٰ فُنی کی طرح ہے کسی کام کا دہرا ہونا، چونکہ اس وادی کا تقدس دہرا تھا اس لئے اسے طوی کہہ دیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب کی نسبت سے دو مرتبہ تقدس بخشا (44)۔

چوتھی توجہ یہ ہے کہ عربی زبان میں طویٰ کے بعد آ نارات کا ایک حصہ گزارنے کے بعد آنے کے لئے مستعمل ہے۔ اس طرف اشارا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی آمد رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد ہوئی تھی۔

یہ بات بھی ذہن میں آتی ہے کہ طوی طینی سے ہو تو لیٹنے کا مفہوم یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے محبت کی منزل پر رسائی کے لئے مسافتیں سمیٹ دی گئی تھیں یعنی زمین سکر گئی تھی اور آپ آسانی سے وہاں جلوہ افروز ہو گئے تھے۔ اس مناسبت سے دامن طور کو وادی طوی سے تعبیر کر دیا گیا۔

شوکانی نے اس لفظ کا معنی ”یا راجل اذهب“ سے بھی لیا۔ (45)۔

”اوصاحب چلے جاؤ“۔

زجاج نے بھی یہی لکھا کہ یہ ”طاوی“ سے عبارت ہے۔

إِذْ هَبَّ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۝

”جائیے! فرعون کی طرف بے شک وہ سرکش ہو گیا“۔

بقدر رحمت طوی سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ وہ فرعون کی طرف جائیں اس لئے کہ اس نے سرکشی کی ہے۔ بڑا بڑا معنی جملہ ہے جس کے ساتھ موسوی تحریک کے خدوخال واضح کئے جا رہے ہیں۔ طعی طغیان سے ہے، حد سے متجاوز ہونا۔ فرعون اپنی حد انسانیت سے آگے نکل گیا اور تکبر کے ساتھ سر اٹھایا، نہ حق اللہ کا خیال رکھا اور نہ ہی مخلوق کے حقوق کی رعایت کی، خالق اور مخلوق دونوں کے معاملہ میں کمینگی پر اتر آیا۔ انفعہ حقیر سے پیدا ہونے والے بے مایہ انسان نے ربوبیت کا دعویٰ کر دیا اور اللہ کی مخلوق پر مظالم کی انتہا کر دی۔ آیت میں اگر ایک طرف فرعون کی سرکشیوں کا ذکر ہے تو دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کا تزک و احتشام کے ساتھ فرعون کو دعوت تو حید دینے کے لئے بھیجے کا ذکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا جانا ظاہر ہے تیاری کے ساتھ تھا۔ جو ہر ایمانی کی چمک کے ساتھ تھا۔ آپ کے دل میں شعلہ دعوت پوری طرح روشن

کر دیا گیا تھا۔ یہ باتیں کس چیز سے پتہ چلیں؟ اس سے کہ رب نے انہیں وادی مقدس میں آواز دی۔ آواز کی کیفیت کیا تھی موسیٰ علیہ السلام کی یہ معلوم تھی لیکن قاری قرآن صرف یہ محسوس کر سکتا ہے کہ موسیٰ نے یہ آواز سنی، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی آواز سننے کی اہلیت بخش دی اور حکم دیا کہ اب فرعون کا تختہ الٹنے کے لئے اٹھ کر نکل پڑیں۔ پہلے اسے سمجھائیں اور اس کے سامنے ہدایت کا چراغ روشن کریں۔ اس آیت میں اصل نکتہ جو قابل فہم ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنا کر فرعون پر قریش کو متنبہ کرنا ہے کہ وہ اپنی ہٹ دھرمیوں سے باز آ جائیں ورنہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔ قرآن کا قاری یہ بات بھی اپنے دل میں اتار لے کہ قرآن حکیم کا ترقیاتی نظام اپنانے ہی میں خیریت ہے۔ سچائی کا جھنڈا ہمیشہ بلند رہتا ہے اور جھوٹ فرعون ہو یا نمرود، ابوجہل ہو یا یزید، اس کا مقدر سرنگوں ہونا ہے۔

فَقُلْ هَلْ لَكَ اِلٰی اَنْ تَرْکٰی ﴿۵﴾

”تو فرمائیے! کیا تو چاہتا ہے کہ تو پاک ہو؟“

رب کریم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیج کر فرمایا تو اس فرعون سے کہہ دے، کیا تو چاہتا ہے کہ پاک صاف ہو جائے؟ نبوت کی پہلی آواز فکری، روحانی، ذہنی، عملی، اعتقادی اور معاشرتی تزکیہ ہے۔ آیت دینی دعوت کا مزاج بھی متعین کرتی ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا باغی اور غامی کیوں نہ ہو اس سے دھمکے لہجے اور متوازن اسلوب میں مقصد پر مضبوط گرفت کے ساتھ گفتگو کرنا مسنون انداز تبلیغ ہے۔ داعی کو بہر حال ہدایت اور تزکیہ ایسے مقاصد کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ قرآن حکیم میں تزکیہ کا لفظ اعتقادی سر بلندی یعنی اسلام کے قبول کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ شرک اور فسق کی غلطیوں سے بچنا جہاں تزکیہ میں داخل ہے وہاں توبہ اور انابت کا راستہ اور زندگی میں ”قیام سنت“ کا سلوک بھی تزکیہ میں شامل ہیں اور زکوٰۃ اور تزکیہ یہ بھی تقاضا کرتے ہیں کہ نظام مصطفیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والوں کو مالی قربانیوں کی راہ بھی اپنانی چاہیئے۔ فرعون کو تزکیہ کی دعوت دینے کا صاف اور واضح مطلب یہی تھا کہ وہ شرک کا راستہ چھوڑے اور فسق و فجور کی غیر فطری اور نامناسب حالتوں سے باہر نکلے۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے قرآن کا یہ مختصر بول بنگاہ خدا کی زندگی کا مقصد اظہار من القیاس کر دیتا ہے۔

وَاَهْدِيْكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی ﴿۶﴾

”اور میں تجھے تیرے رب کی طرف ہدایت دوں تو تو ڈرنے لگے۔“

اس آیت کریمہ میں تین نکات قابل غور ہیں:

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی ہدایت کے لئے بھیجا اور ہر رسول اور ہر نبی ہدایت ہی کے پیغمبر ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کاروان انسانیت کسی بادی کے بغیر ہدایت نہیں پاسکتا، لیکن فضول نکتہ شیخوں سے رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت سے انکار کی راہ نہیں نکالی جاسکتی۔ آپ ﷺ ہر معنی میں خاتم النبیین ہیں، ان کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں جن لوگوں نے تاویلات ردیلہ سے کفر کے دروازے کھولے ہیں، ان کے اجتہادات باطل ہیں اور ان کے پلے میں سوائے کفر کے کچھ نہیں بچا۔

دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعثت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تین چیزیں جوڑی ہیں۔ تزکیہ، ہدایت اور خشیت۔ تزکیہ جملہ اعتقادات اور اعمال میں صاف ستھرا ہونا ہے اور ہدایت معرفت کے معنوں میں ہے اور خشیت اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے دل میں محبت آمیز قسم کے خوف کو کہا گیا ہے۔ الفاظ کا تعلق زندگی کے تمام محاسن کو گھیرے ہوئے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام گویا پورے نظام کے ساتھ وارد ہوئے تھے۔ آپ کا ایک ایک لفظ تزکیہ، ہدایت اور خشیت کا ضامن تھا، اس لئے کہ فرعون جس دعویٰ پر جما ہوا تھا اس کا ایک ایک حرف ظلمت و راندیر تھا۔ اس کی نفسانی ظلمتوں نے پوری قوم کو دبیز تاریکیوں میں غرق کر رکھا تھا۔

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ ہدایت کی غایت خشیت ہے اور جملہ امور کی اصل بھی یہی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جو خائف ہوتا ہے وہ رات کے پہلے حصہ میں نکل پڑتا ہے اور وہ منزل پر بھی پہنچ جاتا ہے۔“ (46)

قَالَ لَهُ اٰیٰةُ الْکِذْبِ ﴿۷﴾

”پس انہوں نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس تشریف لے گئے۔ اس متبر، سرکش اور ڈھٹ انسان سے انتہائی نرمی کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ آپ کے لہجے میں زیبائی موجود تھی۔ آپ نے منطق کے ہر پہلو کو ملحوظ خاطر رکھا۔ درد مندی کے ہر اظہار کو اس کی ہدایت کے لئے بطور وسیلہ استعمال کیا، لیکن اس مغرور انسان پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا، بلکہ اس نے جادو گروں اور سحر کاروں سے مدد لی اور کوشش کی دعوت نبوت کو نہ صرف یہ کہ ٹھکرا دے بلکہ ناکام بنا دے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے بڑے معجزے کے دکھانے سے اس کی فکر، عقل اور شعور کی گرہیں کھولنا

چاہیں تاکہ وہ غرور اور تکبر کے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔

بڑی نشانی سے مراد بڑا اعجزہ ہے (47) یعنی عصائے کلمی کا اعجاز کہ وہ سر محفل اڑو حابن گیا اور فرعون کی سازش اور اس کے جادو گروں کے کافرانہ کرب کو ناکام بنادیا اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑا تو پھر وہ عصائے اعجاز نما کی صورت میں ڈھل گیا۔ خبرہ چشم انسان یہ نہ سمجھ سکا کہ دنیا کے بے جان و حقیر سلطانوں کی عقل جہاں صدیوں بعد نہیں پہنچ سکتی انبیاء کے ہاتھ میں پکڑے لکڑی کے ڈنڈوں میں وہ شعور موجود ہوتا ہے، اطاعت موجود ہوتی ہے، تسلیم غم کرنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے اگرچہ سب کچھ اللہ کے اذن سے ہوتا ہے لیکن رسولوں کی دعوت اور خدا کی قوت کا رخ و طرف نہیں ایک ہی طرف ہوتا ہے۔ سمجھنے والی بات تو یہی ہے اور تزکیہ سے ہدایت اور ہدایت سے خشیت کے مراحل اس فکر سے طے ہو سکتے ہیں۔

بڑے معجزے سے مراد بعض مفسرین نے ”ید بیضا“ بھی لیا ہے لیکن زیادہ صحیح بات پہلی ہی ہے (48)۔

فَكَذَّبَ وَعَصَى ۖ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَى ۖ فَصَحَّرْنَا دَاۤی ۝

”پس انہوں نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی، پس اُس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر پلٹنا کوشش کرتے ہوئے۔“

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا رد عمل قرآن حکیم ان تین آیات میں بیان فرماتا ہے کہ فرعون نے موسوی تحریک اور نبوی دعوت کی تکذیب کر دی اور عصیان شعار بن گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تصدیق جیسے اطاعت کو جنم دیتی ہے ایسے ہی تکذیب گناہوں بھری زندگی کا مقدمہ بن جاتی ہے۔ فرعون بجائے اس کے کہ موسیٰ علیہ السلام کے شفقت آمیز لہجے سے ہدایت حاصل کرنا اور آیت کبریٰ کو دیکھ کر خشیت کی راہ لیتا، اس نے پیٹھ پھیری اور مقابلے کی تیاری میں لگن ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور نظام دونوں کو تکبیر نے کے درپے ہو گیا۔ اس نے خیال کیا کہ آج اگر وہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ نہ کر سکا تو وہ عملاً مر جائے گا۔ اس نے اپنی طاغوتی افعال پر مبنی زندگی کا سہارا تلاش کرنا شروع کیا۔ گلی گلی اعلان ہوئے اور کوچہ کوچہ سحر کاروں کی تلاش میں شاہی ہرکارے بھر گئے، وہ سمجھ نہ سکا کہ جو کچھ کر رہا ہے اپنی ذلت اور تباہی کا سامان اکٹھا کر رہا ہے۔ سلطنت کے باہر اور اندر سے جادو گرج ہو گئے۔ بڑے بڑے انعامات کی لالچ میں آنے والوں کو فرعون نے یہ بھی کہہ دیا کہ شخص مصر کی زمین پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اس کا ارادہ یہ بھی ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد کے مذہب اور تہذیب کو مٹا دے۔

فرعون نے جمع کئے گئے لوگوں میں لاف زنی کی، چننا چکار اور بڑھکیں ماریں لیکن اسے کیا پتہ تھا کہ سچائیوں کے صراط مستقیم پر چلنے والے عصیان شعار کی کے پسینہ میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی چیخ و پکار کی پروا نہیں کرتے، انہیں اپنے الہ کی رضا کا پرچم بلند رکھنا ہوتا ہے۔

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الرَّحْمٰنُ ۝

”پھر بولا ”میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں۔“

علامہ محمد الدین جو توجی حنفی لکھتے ہیں: فرعون کا یہ کہنا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ اس کے فکری، اعتقادی اور روحانی مغالطوں کے خبث کی وجہ سے تھا اس لئے کہ اس قسم کا سنگین اور گندہ جملہ کوئی مجنون شخص ہی کہہ سکتا ہے جبکہ فرعون کو مجنون اس لئے بھی نہیں کہا جاسکتا کہ انبیاء مجنون کی طرف مبعوث نہیں ہوتے، باغیوں طاغیوں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے ہیں (49)۔

اصل میں مصری سورج کو معبودا عظیم مانتے تھے، بادشاہ کو اس معبود کا اوتار سمجھتے۔ اس اعتبار سے ان کا بادشاہ معبود تصور کیا جاتا۔ فرعون کا رب مانا جانا اس عقیدہ کے قبیل سے تھا۔ ابن عطیہ نے لُحُر رالوجیز میں بادشاہ پرستی کے مذہب کا حوالہ دیا ہے۔ (50) اس امتقانہ عقیدہ کی ظلمت آج بھی جاپان کے اندر دیکھی جاسکتی ہے، ان کا بادشاہ میکا ڈو بالکل فرعون ہی کا ترجمہ ہے۔ فرعون بادشاہ پرستی کا موجد تھا یا گندی تہذیب کے گھسے پٹے عقیدہ کا تازہ مظہر تھا۔ یہ ایک دوسری بحث ہے لیکن مشرکانہ رسوم کا بدکردار نگہبان فرعون موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے رو برو تھا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے یہ دعویٰ باطل رکھ کر اپنے لئے ذلتوں اور عذابوں کا ساماں خود جمع کر لیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر ربوبیت کی موسوی دعوت کو سمجھ نہ سکا۔ فرعون اس زعم باطل میں جتنا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام تو اس کی سلطنت کے مقبور شہری تھے انہیں کیسے حوصلہ ہو گیا کہ انہوں نے بنی اسرائیل میں آزادی کی روح پھونک دی۔ باطل عقائد کے وجود پر زور دار ضرب لگائی۔ وہ پاگل نہیں تھا لیکن پاگلوں کی طرح بولے جارہا تھا کہ وہ صرف خدا ہی نہیں خداؤں کا خدا ہے۔ یہ فرعون کی طرف سے رعونت اور سرکشی کی انتہا تھی۔ اس نے اپنی نفسیاتی ذلت کے لئے مددگار کی حیثیت سے چند جادو گروں کو بھی بلا لیا تھا لیکن عصائے موسوی نے ان کرتیوں کو نگل کر برسر عام اعلان کر دیا کہ رب اللہ موسیٰ کا ہی ہے۔ اس کی معبودیت اور ربوبیت قابل تسلیم ہے۔ فرعون عملاً تو آج کے دن ہی اوندھا ہو گیا تھا، جب اس کے بلاتے ہوئے مددگار موسیٰ علیہ السلام کے رب کے سامنے سر نیا ز جھکائے ہوئے مومنوں کی صف میں شامل ہو گئے تھے۔ ہر بڑ بولے کا

مقدور ذلت ہے خواہ وہ کسی بھی روپ میں ابھرے۔ فرعون اپنے زمانے میں اور یزید اپنے دور میں لعنتوں کے حصار میں ہیں۔ ان کے حاشیہ لیش کب تک انہیں بچائیں گے۔ تف ہے بادشاہ پرستی کی لعنت بالائے لعنت۔

فَاَخَذَ اللّٰهُ نَكَالَ الْاُخْرٰى وَالْاُولٰٓئِیۡ

”تو اللہ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عبرت آموز عذاب میں پکڑ لیا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس باغی اور طاغی شخص کو گرفتار عذاب کر لیا۔ ”نکال“ کا لغوی معنی کسی کام کے کرنے سے عاجز آ جانا ہوتا ہے۔ کمزوری اور ناتوانی کے لئے بھی اس لفظ کے مختلف مادے استعمال ہوتے ہیں۔ نکیل پاؤں میں پڑی اس بھاری زنجیر کو کہتے ہیں جو چلنے سے بندے کو عاجز کر دے۔ سزا چونکہ گناہوں اور معصیوں سے روکنے کے لئے ہوتی ہے اس لئے اسے ”نکلول“ کہہ دیتے ہیں (51)۔

فرعون کو گرفتار عذاب و نکالت کرنا اس کے لئے بربادی اور سزا تو تھی ہی لیکن اس معاشرے کے لاکھوں لوگوں کو گندے کر تو توں سے روک دینا تھا۔ وہ لوگ جو کبھیوں پھمروں کی پوجا کرنے کی انتہا کو چھو چکے تھے۔ یہ بھیجی نہیں حقیقت ہے کہ فرعون کی حیثیت اللہ کے سامنے کبھی پھمروں سے بھی حقیر تر تھی۔ کتنے بد بخت لوگ ہوتے ہیں جو اپنی ہی طرح کے انسانوں یا بے توقیر چیزوں کی عبادت کر کے اپنے وجود سے غیرت، زندگی، روحانیت اور حریت سب خوبیاں کھل دیتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے نکال الاخرة سے مراد آخرت کا عذاب اور الاوّل سے مراد دنیا کی بربادی لکھی ہے۔ (52)۔ اخروی سزا کو پہلے اس لئے بیان کیا ہے کہ وہ شدید بھی ہے اور طویل بھی ہے۔ سید قطب لکھتے ہیں عذاب آخرت کا پہلے ذکر کرنا سورت کے عودوی عنوان سے گہری مناسبت رکھتا ہے اس لئے اسلوب اور بلاغت کا حسن اس کا متقاضی تھا۔ دنیوی سزا جو فرعون کو ملی وہ دنیا میں اس کا اور اس کے یاروں انصاروں کا پانی میں غرق ہونا ہے۔ بچنے دیکھنے والوں کے لئے بھی کتنی عبرتیں جنم لے رہی تھیں جب الوہیت کے دعویدار کو پانی میں ڈبکیاں لگ رہی تھیں۔ کتنا دردناک انجام ہے اس شخص کا کہ آج بھی اس کی لاش کو حنوط کر کے عجائب گھر میں رکھ دیا گیا ہے اور اوپر لکھا ہوا ہے کہ یہ وہ احمق انسان تھا جو اپنے بارے میں خدا ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ بت پرستوں کے لئے اس قرآنی جملے میں کتنی نفسیاتی تعزیریں پنہاں ہیں۔

استاذ زحیلی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا:

”اولیٰ سے مراد فرعون کی زبان سے نکلنے والا پہلا شرکیہ کلمہ ہے اور الساخوہ سے مراد سرکشی کی راہوں میں الوہیت کا اور ربوبیت کا دعویٰ کر دینا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ دونوں ٹکڑوں کے درمیان چالیس سال کا زمانہ فترت و ضلالت ہے۔“ (53)

مجاہد کے نزدیک دنیا کے عذاب سے مراد وہ ذلت ہے جو بحیثیت بادشاہ اسے اس وقت پڑی جب جاوید گروں سمیت اسے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ذلیل ہونا پڑا اور آخرت کے عذاب سے مراد دوزخ اور جہنم کی آگ میں جلنا ہے۔ (54)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰی

”بے شک اس میں ضرور عبرت ہے اُس کے لیے جو ڈرے۔“

اس آیت میں غور و فکر کے صد سامان جمع کر لئے گئے ہیں:

ایک تو یہ بتایا گیا کہ ”صاحب خشیت“ کے لئے اس واقعہ اور سرگزشت میں یقیناً سامان عبرت ہے۔ وہ بہت کچھ سیکھ اور سمجھ سکتا ہے۔ دوسرا صاحب خشیت کا مقام اور فضیلت بھی پتہ چلی کہ وہ شخص جس کا دل خوف خدا اور احساس ذمہ داری سے لبریز ہو وہ مصحف کے سینہ سے آیات عذاب جب ابھرتی دیکھتا ہے، عبرت حاصل کرتا ہے اور آیات نعت پڑھ کر شکر ادا کرتا ہے۔

آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں تقویٰ نہ ہو اور ان کے ذہن آمادگی سے خالی ہوں، ان عبرت آموز حکایات سے وہ کچھ بھی نہیں سیکھ سکتے، ایسوں کے لئے تو پھر قیامت کا راجفہ، رادفہ اور واجفہ ہی ہے۔

عَاۤذُتُمْ اَشَدُّ حَقْلًا وَّ السَّامَاءُ بَنُهَا ۙ رَفَعَ سَنَكُهَا فَاَسْوٰهَا ۝

”کیا تمہاری تخلیق زیادہ مشکل ہے یا آسمان جسے اُس نے بنایا، اس کی چھت کو بلندی بخشی پھر اُسے موزوں بنا کر استحکام بخشا۔“

ان دو آیتوں کو سمجھنے کے لئے ایک تمہیدی بات پر غور و فکر کرنا از حد ضروری ہے۔ انسانی معاشروں کی ہمیشہ یہ بد قسمتی رہی ہے کہ کھاتے پیتے لوگ اپنے اقتدار اور دولت کے اعجاز سے غریبوں کو گمراہ کر کے ان کے الہ اور خدا بن جانا چاہتے ہیں۔ سورہ النازعات میں ایک ایسے ہی سرکش اور ضدی انسان کی ڈھٹائیوں کو عنوان و دعوت بنایا گیا۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور حقیقت تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کے نزدیک وہ ایک مسافر، مظلوم اور مقبور انسان تھے۔ وہ جس قوم کو لے کر آگے بڑھنا چاہتے تھے وہ فرعون کے نزدیک پس منسوب ہوئی ذلیل

قوم تھی۔ فرعون اپنے آپ کو خدا تسلیم کروانے پر تلا ہوا تھا۔ جب وہ اپنے کرتب و کروت اور احمقانہ مہارتوں کے حصار میں موسیٰ علیہ السلام کے رو برو ہوا، اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ایک لکڑی اڑو دھابی اور اس کے کئے ہوئے کو نگل گئی۔ جہنم کے لئے یہ بات کافی ہوتی ہے کہ لکڑی کو جو ذات ذی روح اڑو دھابنا کر پھر اسے اپنی اصلی حالت میں پلٹا سکتی ہے۔ اس کے لئے کوئی دشوار نہیں کہ مردہ انسان کو دو بارہ زندگی کا جامہ پہنائے اور حساب و کتاب کے لئے کٹہرے میں کھڑا کر دے۔ فرعون کے ساتھ تو جو کچھ ہوا سو ہوا، مکہ کے معاندین، مشرکین اور منکرین کو سمجھایا گیا کہ یہ رحمت کی حکایت آنکھیں کھول نہیں دیتی۔ چلو کذب آلود معاشرے کے گمراہ لوگ ایسی صداقتوں کو کب مانتے ہیں۔ انہیں سمجھایا گیا تم صبح شام اپنی نظروں سے اس بڑے آسمان کو دیکھتے رہتے ہو، خود فیصلہ کرو اس کا بنانا مشکل ہے یا پانچ چھٹ کے انسان کو دو بارہ سے بنادینا دشوار ہے۔

سائنس دان یہ کہتے ہیں کہ کائنات ابتدائی حالت میں ایک کثیف دھاگے سے جکڑی ہوئی تھی۔ خالق کائنات نے اسے لٹکی طرح گھمایا جو کھلتے کھلتے آج کی وسیع کائنات ہو گئی، تو جس ذات نے ایک حرکت سے یہ ارض و سما اور شمس و قمر کی بزم سجادہی اس کے لئے انسانوں کو پھر تخلیق کا جامہ پہنانا کوئی مشکل نہیں۔

”سمک“ کی تشریح میں امام رازی کا یہ قول دلچسپ ہے کہ کسی چیز کی بلندی کا اگر اوپر سے نیچے اندازہ لگائیں تو وہ عمق ہوتا ہے اور اگر نیچے سے اوپر کی جانب کی چیز کی بلندی کا اندازہ لگانا ہو تو اسے سمک کہتے ہیں (55)۔

”نسویہ“ کا معنی آیت میں ہرجت سے کسی چیز کو منظم کرنا اور اسے موزوں بنانا ہوتا ہے۔ (56) واللہ اعلم

وَأَعْلَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ صُحُفَهَا ۝

”اور اُس نے اس کی شب کو گہرا تاریک کر دیا اور اس کی روشنی ظاہر کی۔“

رات کو تاریک بنانا اور دن کو روشن کرنا، جس عمود اور مرکز کے گرد گھومتے دکھائی دیتے ہیں وہ حضرت انسان کی عبرت گیری ہے۔ وہ دونوں انقلابات کو خود تجربہ کے میدان میں چھوٹا ہے۔ نور و ظلمت کا پے در پے آنا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ دن کے روشن ہونے کے ساتھ ہی ہزاروں مناظر اس کی نگاہوں میں ہدایت کے روشن نشان بن کر سما جاتے ہیں اور رات ہوتے ہی سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ نور و ظلمت کا اس مختصر وقت میں عظیم انقلاب آنکھوں کے ساتھ ذہنوں کو بھی کھولتا ہے کہ انسان کی مختصر زندگی دن کی طرح ہے اور رات قبر کی مانند ہے جیسے دن اور رات کا مسلسل عمل قادر مطلق کی عظمتوں پر دلالت کرتا ہے، ایسے یہ ہر طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو موت کے بعد پھر زندگی سے نوازدے۔

آیات میں ”ھا“ ضمیر کا تکرار جہاں مطالب اور مفاد ہم کو گہرا کرتا ہے وہاں پر نشاط نفسی کو بھی جنم دیتا ہے۔

قرآن مجید نے رات اور دن کے ظہور کو آفتاب اور آفتاب کو آسمان سے منسوب کیا ہے (57) یہ بات عالم الاسباب میں اشیائے کائنات کا ایک دوسرے پر اثر ہے۔ یقیناً اس جہان رنگ و بو میں مسبب الاسباب کا ارادہ ہی حرکت پیدا کرتا ہے اور انقلابات زمانہ ہدایت کی روشنیاں بانٹنے لگ جاتے ہیں لیکن اندھا انسان کیا دیکھے اور کیا جانے۔

سائنس نے آج بلاشبہ اپنے ارتقائی انقلابات کے ساتھ آغوش انسانیت کو مالا مال کیا ہے لیکن حضور ﷺ کی نگاہ کائنات بین نے اپنے صحابہ کو جو ذوق جستجو عطا کیا تھا وہی بعد میں آنے والے علوم کی بنیاد بنا۔

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل کی ہے کہ آفتاب مغرب میں جا کر غروب ہوتا ہے اور پھر نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور جب رات ہوتی ہے تو وہ زمین کے نیچے سے سیر کرتا ہوا صبح کے وقت مشرق سے طلوع ہوتا ہے (58)۔

آج علم فہم کے میدان میں بیٹے کر خارا شگافیاں کرنے والے علماء و رمصدگاہوں کی مدد سے سیاروں کی گردش کا جو تماشا کئے ہوئے ہیں اندازہ لگائے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو ان چیزوں کو کشف نظر اور وسعت ذہنی ہی سے دیکھتے تھے اور یہ سب کچھ کیسے ہوتا اگر انہوں نے رسول کریم ﷺ کی خاک پا کر آنکھوں کا سرمہ نہ بنایا ہوتا۔

وَالْأَمْثَلُ بَعْدُ ذَلِكَ حَبَابًا ۝

”اور زمین کو اس کے بعد کوٹ پھٹک کر قابل رہائش بنادیا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا لیکن بچھایا پھیلا یا نہیں پھر آسمان کی تخلیق کا ارادہ فرمایا اور دونوں

میں سات آسمانوں کو ٹھیک بنادیا پھر دو روز میں زمین کو بچھایا گویا زمین پر موجدات سمیت چار روز میں بنائی گئی (59)۔

آئمہ لغت نے ”دحو کا معنی پھیلا نا لکھا اور رغب نے اس بات کی بھی صراحت کی کہ کسی بھی چیز کو اس کی اصل سے ہٹانا دحو کے مادہ میں شامل ہوتا ہے۔ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ زمین پہلے ہموار نہیں تھی۔ ابتداً سطح زمین پانی سے لبریز تھی، آہستہ آہستہ پانی گڑھوں میں اترا چلا گیا اور خشکی کے ککڑے برآمد ہو کر پھیلنے چلے گئے (60)۔

آئمہ تفسیر آیت میں زمین اور آسمانوں کی تخلیق کی بحث میں بھی پڑے ہیں۔ ان میں سے کسی کی تخلیق پہلے ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اگرچہ پوری طرح تخلیقی مراحل کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور سورہ حم السجدہ کا دوسرا رکوع تو بات کو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ زمین کی تخلیق آسمانوں کے بنانے سے پہلے ہوئی (61)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اس لحاظ سے بھی قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موجودات کی تخلیق کے بعد تیسرے مراحل بعد کے زمانوں پر چھوڑ دیے، شاید اقبال کا یہ فلسفہ ”ابھی کائنات ناقص ہے شاید“ اسی گرہ کو کھول رہا ہے۔ بارگاہ ربوبیت سے تاج خلافت پانے والا انسان ہمدوم ”تو شب آفریدی چراغ آفریدم“ کے تسلسل سے یہ مرحلہ در مرحلہ گزر رہا ہے۔ زمین کی تخلیق اور چیز ہے اور ”دحو“ اور چیز ہے، شاید پھیلائے کا عمل تو اب بھی جاری و ساری ہے۔ قرب قیامت میں ہر چیز سمیٹے کی سکرے گی تو زمین بھی اپنی رونقیں سمیٹ لے گی جیسے کاکلی وہابیوں میں ضم ہو جاتی ہے۔ زمین بھی کسی بڑے نظام اور کھلے جہاں کا حصہ بن جائے گی۔

آیت میں ”بعد ذالک“ سے مراد کیا ہے؟

ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا اس کا مفہوم ”تعقیب ذکر“ کے لئے ہے یعنی اس کے بعد یہ بھی سن لو کہ اس نے زمین کو اپنی اصل سے ہٹا دیا، لگتا ہے زمین اپنی کبکشاں میں پہلے کسی اور سیارے کا حصہ تھی جسے اللہ رب العالمین نے موجودہ صورت عطا فرمادی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”بعد“ ”مع“ کے معنوں میں ہو یعنی زمین کو بنایا ہی نہیں اسے کارآمد بنانے کے لئے بچھا بھی دیا۔ (62)۔

أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءً وَهَٰوَ مَرْغَبًا ۝

”اس نے اس کے پانی کو اس سے نکالا اور اس کا چارہ“۔

زمین اگر کرومی ہی رہتی تو انسانی زندگی اس پر کس قدر مشکل ہوتی۔ رب کریم نے اسے ہموار بنا کر بچھا دیا۔ اس کے بعض حصوں پر خاکی گداز چادر تان دی اور اس کی اوپر والی سطح اس قدر وسیع بنائی کہ اس میں غلے، سبزیاں اور باغ اگانے آسان ہو گئے۔ اس کے پیٹ سے جھرنے پھوٹے، اس کی آغوش میں پانی جذب کرنے کی صلاحیت ڈالی، اونچی و ڈھلوانوں سے پستی کی جانب پانی کی آبشاریں رقص بداماں ہوئیں۔ دریاؤں اور ندی نالوں میں پانی رواں کیا اور پھر اس پانی سے چراگاہیں وجود میں آئیں۔

آیہ کریمہ میں ایک لطیف بات قابل توجہ ہے ”اخرج“ باب افعال ہے جس میں تعدی ہے۔ مفہوم صرف نکالنا نہیں نکالنا ہے۔ اس طرح ”مسر عسی“ اسم مکان ہے جس کی اصل ”رعی“ ہے اور اس کا بنیادی معنی حفاظت اور نگہبانی کا ہوتا ہے۔ شاید اس میں اشارہ اس طرف ہو۔ پہاڑوں اور بیابانوں اور جنگلوں کو چمنستان اور زرخیز تاج اگانے والی زمینوں میں تبدیل کرنے کے لئے حضرت انسان کو کچھ خود بھی محنت اور مشقت اٹھانا پڑتی ہے اور وہ ہے پانی کی طلب اور چراگاہوں، سبزیزاروں اور لالہ زاروں کی حفاظت اور نگہبانی کرنا، بہر حال یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے لئے زمین کو سواگزار اللہ ہی نے بنایا ہے۔ زمین کی کھال میں صلاحیت اور پانی کا نفوذ سمودینے والے رب سے بعید اور مشکل نہیں کہ وہ حضرت انسان کو دوبارہ پیدا فرمادے۔ آیت کریمہ یقین اور ایمان کو مضبوط کرتی ہے کہ مرنے کے بعد پھر ایک وسیع اور ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے۔ جس کی لذت اور نشاط صرف اس دنیا میں ہی ایمان کو مستحکم کرنے اور اعمال کو صالح بنانے میں مضر ہے۔

وَالْجِبَالُ أَمْ سِجَالٌ ۝

”اور پہاڑوں کو زمین سے ابھار دیا“۔

تفسیر طبری میں حضرت علی المرتضیٰ ؑ کی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا کیا تو وہ تھر تھر لرز رہی تھی اور عرض کرنے لگی: اے رب تو مجھ پر آدم اور اس کی اولاد پیدا کر رہا ہے، وہ اپنا گند بھجھ پڑالیں گے اور نافرمانیاں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا جال زمین میں گاڑ دیا جس سے زمین میں ٹھہراؤ آ گیا۔ بہت سے کوہستانی سلسلے تہا رہی لگا ہوں میں ہیں اور بہت سے تہا رہی نظروں سے اوجھل ہیں۔ زمین کا پہاڑوں کے ٹکڑ ڈالنے کے بعد سکون میں آ جانا بالکل ایسے ہی تھا جیسے تم اونٹ کو ذبح کرتے ہو تو اس کا گوشت تھرتھرتا ہے پھر تھوڑی ہی دیر بعد اس پر سکون طاری ہو جاتا ہے (63)۔

حضرت علیؑ سے زمین پر زلزلوں کی روحانی وجہ نفل کی گئی۔ اس امر کو بھی اس کے ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے کہ زلزلوں کی وجہ زمین کی تخلیق کے بعد بڑے بڑے طوفانوں کا آنا اور ممکن ہے ان ہی ہوائی آندھیوں میں مدوجزر کے ساتھ ریت اور پتھر کے ٹیلوں کو اڑا کا پہاڑوں میں تبدیل کر دیا گیا ہو اور اس کی بنیاد میں سورج اور چاند کی وہ کشش جو جس کا اثر زمین پر پڑتا ہے یا پھر زمین کے اندر گھٹنے والے مواد ہوں جو ثقالی کشش سے معرض وجود میں آئے ہوں بہر حال پہاڑوں کو جمانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمین کی سطح درست ہوگئی اور اس کو قابل زراعت بنا دیا گیا۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلَا تَعْمَلُكُمْ ۝

”یہ تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے سامانِ منفعت ہے۔“

یہ زمین اور آسمان کی تخلیق، یہ نور و ظلمت کے سلسلے، یہ لیل و نہار کے انقلابات، یہ حوادثِ زمانہ، یہ زمین کی اونچ نیچ کا نظام، یہ ہند یوں اور نالوں کی دوڑیں، یہ سمندروں اور دریاؤں کی خراماں خراماں چالیں اور پہاڑوں کے ذریعے زمین کی نگہبانی کا یہ حسن انتظام سب کچھ تمہارے فائدے کے لئے ہے اور تمہارے ساتھ ساتھ تمہیں یہ کام دینے والے چوپائیوں کے لئے بھی ہے تاکہ تمہارے لئے سہولتیں رحمت کے پر مزید بچھا دیں۔ انسان اللہ کا زمین پر خلیفہ معظم ہے۔ ضرورت تھی کہ اس کے لئے ”ارتقا فات“ اپنے در پیچے واکرتے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے زمین پر بھوکھ کرنے والے انسان کو زندگی گزارنے کے تمام وسائل فراہم فرمادیئے۔ سوچنے والی بات تو یہ ہے کہ جس نے ان جدت طراز یوں سے انسان کو یہ موزوں ماحول، آب و ہوا کی موافقت اور وسائل، ذرائع عطا فرمائے۔ اگر آج اس سے یہ سب کچھ ممکن ہوا تو آنے والے لکل کے لئے عقل و شعور کو جہالت کے قید خانے میں بند تو نہیں ہو جانا چاہیئے۔ مان لینا چاہیئے اللہ پھر سے موت کے بعد زندگی عطا فرما کر جو جنت والے ہیں انہیں جنت میں داخل فرمائے گا اور جنہوں نے اسے ناراض کر دیا تو آگ کے شعلے ہی ان کا ٹھکانہ ہوگا۔ اللہ دوزخ کی آگ سے بجائے۔

فَإِذَا جَاءَتْ الظَّامَةُ الْكُلُّیُّی ۝

”پس جب آجائے گی سب سے بڑی آفت۔“

راغب اصفہانی اور زبیدی حنفی نے لکھا کہ لغت میں طم غالب آنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (64)۔

عربی زبان میں سمندر کو طم کہتے ہیں اس لئے کہ وہ ہر چیز پر غالب رہتا ہے۔ ہمارے علمائے کرام جس عالم کی عظمت اور فضیلت بیان کرنا چاہیں اسے بحر طہر طام کہہ دیتے ہیں مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایسا علم مند انسان ہے جو سب پر غالب ہے۔ ایسی مصیبت جو برداشت سے نکل جائے اسے ”طافہ“ کہہ دیتے ہیں۔ قیامت کے لئے ”طامہ“ لفظ کا استعمال اس کے غالب اور بھاری ہونے کے معنوں میں ہے، پھر طامہ کہہ کر اسے کبریٰ کہنا صفت تاکید کی ہے اور مصیبت میں شدت اور زور غلبہ بیان کرنے کے معنوں میں ہے۔

آیت میں طامہ سے مراد کیا ہے؟

اس میں چار قول ہیں:

پہلا قول حضرت حسن بصریؒ کا ہے آپ اس سے دوسری مرتبہ تصور پھونکنا مراد لیتے تھے۔

حضرت ربیع کے نزدیک وہ گھڑی طامہ جس میں دہشت بروز قیامت انتہا پر پہنچ جائے گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

اور چوتھا قول مجاہد کا ہے وہ فرماتے ہیں وہ گھڑی جب اہل جنت کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہوں گے (65)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے یہ بھی لکھا ہے مقاتل کے نزدیک دوزخ کا بے حجاب کر دینا ہے جب پل صراط اس کی پشت پر قائم ہو جائے گی اور مومن اس سے گزریں گے (66)۔

ایک روایت میں ہے کہ دوزخ کا کافروں کے لئے نمایاں ہوگی وہ اسے دیکھیں گے۔ رہ گئے مومن تو وہ رحمت کے پردے میں گزریں گے۔ واللہ اعلم

يَوْمَ يَسُدُّ كَرُّ الْإِنْسَانِ مَا سَعَى ۝

”جس دن انسان یاد کرے گا اُس کوشش کو جو اُس نے کی ہوگی۔“

انسانی زندگی دنیا کے جنگل میں جنگلوں کی طرح تھوڑی دیر کے لئے چمکتی ہے پھر اس معمولی سے کپڑے کی طرح مختصر عمر انتہا تک پہنچ کر فنا

کے سراب میں گم ہو جاتی ہے۔ انسان کے لئے جہان رنگ و بو میں سہولت کے ساتھ حیات بسر کرنے کے لئے بڑے ساز و سامان فطرت نے ولایت کیے ہیں لیکن یہ سب نظارے انتہائی مختصر عمر رکھتے ہیں۔ قیامت کا حادثہ جب بڑی مصیبت بن کر چھا جائے گا ہر سو جیرانگی قاسم وحشت بنی ہوگی۔ جب یہ بڑا حادثہ رونما ہوگا۔ انسانوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی اور وہ گزری ہوئی زندگی کے تہہ در تہہ صفحات کو خود کھول لیں گے۔ اعمال اچھے ہوں یا بُرے، یادوں کی گرفت میں لائے جائیں گے لیکن انسان کا اس وقت اعمال و افکار کو یاد کر کے واویلا مچانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ نیک لوگ بھی سوچیں گے کہ کچھ اور نیکیاں کمالیتے تو کتنا اچھا ہوتا اور معصیتوں میں ڈوبے ہوئے لوگ چاہیں گے کہ کچھ مہلت مل جائے تو وہ پھر دنیا میں واپس لوٹ کر نقصان کی تلافی کر لیتے۔ سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ”اس وقت اگر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے بھی کاٹیں گے تو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔“

”یتذکر“ مضارع کا صیغہ استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ قیامت میں وقت کا میزان اگر چہ اپنی حقیقت کھو بیٹھے گا لیکن پھر بھی مضارع کا صیغہ دام معنوی کا حسن لے کر جلوہ گری کرتا ہے گویا وہ لوگ پیدائش سے لے کر موت تک ایک ایک لمحے کے عمل میں ڈوب کر یاد کر رہے ہوں گے۔ گویا ان کا یہ طویل مراقبہ محیط زندگی ہوگا۔ قرآن مجید میں مضارع کا صیغہ بڑا لطف اور لذت رکھتا ہے لیکن مضاحت کا مقصد تو آج قیامت کے حادثے پر یقین کو مضبوط کرتا ہے۔

وَبُذِّبَتِ الْجَنَّةُ لِمَنْ يَرَىٰ ۝

”اور بھڑکتی دوزخ ظاہر کر دی جائے گی ہر اُس کے لئے جو دیکھتا ہے۔“

یہ آیت بتاتی ہے کہ جہنم کو ہر دیکھنے والے کے لئے ظاہر اور آشکار کر دیا جائے گا۔ سورہ شعر میں ارشاد ہوا کہ جہنم بیکے ہوئے لوگوں کے لئے آشکار کر دی جائے گی (67)۔

امام رازی نے دونوں آیتوں میں خوبصورت تطبیق دی ہے کہ جہنم کافروں کا وطن ہوگا اور مومن تو اسے دور سے دیکھیں گے اس لئے دو فوٹوں کے دیکھنے میں زمین آسمان کو فرق ہے (68)۔

رسول کریم ﷺ کے ارشادات بات کو پوری طرح واضح کر دیتے ہیں کہ مومن جب پہل صراط سے گزریں گے جہنم کہے گی جلدی گزر جاؤ تمہارے نور سے میری آگ بجھنا چاہتی ہے۔ ایک حدیث میں اعلیٰ درجوں کے اہل جنت کا متوسط درجوں کے جنتیوں سے ایک مذاکرہ نقل کیا گیا کہ اعلیٰ والے متوسط والوں سے پوچھیں گے وہ دوزخ کدھر گئی ہم نے دیکھی نہیں، جواب میں وہ کہیں گے جو ہم نے دور سے چمکتی ہوئی سراب دیکھی تھی وہی تو دوزخ تھی۔ ممکن ہے اہل اللہ اپنے نوری شدت کی وجہ سے دوزخ کو دیکھ نہ پائیں گے (69)۔

آیت کا مقصد دوزخ کی ہولناکی بیان کرنا ہے اور یہ بھی کہ وقوع آخرت کا تصور کوئی کھیل تماشا نہیں ایسی حقیقت ہے جو روز روشن کی طرح اظہر ہوگی۔ وہ لوگ جو آج اپنے نفوس کو ہدی کی آگ میں جلا رہے ہیں کل دوزخ کی آگ کو وہ ضرور دیکھ لیں گے۔ سورہ عنکبوت نے کہا ہے ”وان جہنم لمحیطۃ بالکفورین“ بے شک جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے (70)۔

فَأَمَّا هُنَّ فَاِنَّهِنَّ فِي النَّارِ ۚ وَاشْرَاهُ حَيٰوَتُهُنَّ فِي الدُّنْيَا ۚ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوٰی ۝

”پس جس نے سرکشی کی، اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، تو بے شک بھڑکتی دوزخ وہی ٹھکانہ ہوگا۔“

نار جہنم کے آشکار ہونے کو قرآن حکیم نے بیان کرنے کے بعد دو بڑی خصلتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے: ایک سرکشی اور دوسری دنیوی زندگی کی ایسی دل بستگی جس میں اخروی زندگی پر یقین مفقود ہو۔

طبعیان حدود سے مستجاوز ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ سیلاب کو طغیانی سے اس لئے تعبیر کر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی مقدار گزر رہا ہے۔ طغیانی اگرچہ ہر متکبر اور مغرور شخص کو کہہ دیتے ہیں لیکن اصطلاح میں قرآنی ہدایات کی روشن گزر رہا ہوں سے جو بھی تجاوز کرے وہ طغیانی ہوگا۔ یہاں آیت میں سرکشی اور طغیانی کو موضوع فکر بنایا گیا ہے اس لئے کہ یہ مرض اکثر خود کو بڑا سمجھے کی جڑ سے پیدا ہوتا ہے۔ فرعون جیسا باغی اور طغیانی شخص اس سرطان میں مبتلا ہوا تھا۔

اعتقادی خرابی کے بیان کرنے کے بعد قرآن حکیم نے عملی خاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ شخص جو اس دنیا کی فانی لذتوں کو ہدی تصور کرنے لگ جائے اور ہر بات میں دنیوی زندگی ہی کے تقاضوں کو مقدم رکھے وہ جاہل عبودیت پر کبھی خیریت سے چل نہیں سکتا۔ تکبر، غرور اور اس دنیا کو پائیدار جاننا بالآخر انسان کو نار جہنم تک جا پہنچاتا ہے۔

امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ جب یہ دونوں باتیں کسی میں جمع ہوئیں، عقلی قوت کی بربادی جس نے بندے سے بندگی کی فکری

چین ان اور دنیا کی محبت تو وہ انجاء درجہ پر بدکار ہو گیا اور جہنم اس کا ٹھکانہ بن گیا۔ رازی فرماتے ہیں کہ جہنم مسلمان کے لئے ان کی منزل اس لئے نہیں بن سکتی کہ ان کے دل میں یہ دونوں باتیں سانس نہیں سکتی اللہ کی وحدانیت پر اور آخرت پر یقین اور ایمان حاصل ہوتا ہے (71)۔

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٥﴾

”اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشات سے روکا، تو بے شک جنت وہی ٹھکانہ ہوگی۔“

ان تین آیات میں جنت کی آماجگاہ تک پہنچا دینے والے دو رویے اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمائے۔ ایک تو ”مقام رب“ کا خوف ہے اور دوسرا نفس کو احتیاط، عزم اور تقویٰ کے حصار میں بند کرنا ہے تاکہ وہ خواہشات کے ہاتھوں ذلیل نہ ہو۔

مقام رب سے ڈرنا کیا ہے؟

عام مفسرین نے اس جملہ کا مفہوم اللہ کے حضور پیشی سے ڈرتے رہنا بیان کیا ہے۔ سورہ مطفقین کی ایک آیت اسی تفسیر کی تائید کرتی ہے:

أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ﴿١﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٢﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣﴾

”کیا انہیں خیال نہیں گزرتا کہ انہیں قبروں سے جی کر اٹھائے، بڑے دن کے لیے وہ دن جب لوگ تمام جہانوں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔“ (المطففين: 4-6)

مقام رب کی دوسری تشریح اللہ تعالیٰ کی شان عدالت کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ماں باپ سے زیادہ بلکہ دنیا بھر کے تمام شفیق رشتے اپنی شان عافیت اور رحمت کی بنا پر جمع کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کے مقابلے میں نکتہ بھی نہیں، ایسی شان والے اللہ سے ڈرنا نہیں جاتا بلکہ خوف تو اس کی شان عدالت کا ہے۔

عدل کریں تے تھر تھر کنہن اچیاں شاناں والے

فضل کریں تے بخشے جاوَن میں جئے منہ کالے

مقام رب کی یہ تشریح حضرت امام جعفر صادق ؑ کے ایک ملفوظ سے ماخوذ ہے۔

مقام رب کا یہ معنی بھی لیا جاسکتا ہے کہ وہ ہر ایک پر نگہبان ہے اسے دیکھنے والا ہے۔ کسی بھی شخص کی کوئی حرکت اس سے پوشیدہ نہیں۔ سورہ رد کی یہ آیت اس مفہوم کی عکاس ہے۔

أَفَنُفِصِّلُ لَكَ مَا نَفَعَنِيَ ۚ

”کیا وہ ذات جو ہر نفس پر غالب ہے وہ نفس کو بھی کمائے۔“

جنت کی لذتوں، رحمتوں اور کرم کے جوشیاہوں سے فیض یاب ہونے کے لئے قرآن حکیم نے دوسری خصلت نفس کو خواہشات سے روکنا بتائی ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں ”ہوسوی“ کا معنی پسندیدہ چیزوں کی طرف نفس کا جھکاؤ ہے۔ لفظ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہوسوی صاحب ہوس و دنیا میں مصیبت میں لے کر گرتی ہے اور آخرت میں ”ہاویہ“ تک جا پہنچا دیتی ہے۔

ابودراق فرماتے ہیں:

”اللہ نے ہوس سے بڑھ کر کوئی گندی مخلوق پیدا نہیں کی ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تین چیزیں کسی آدمی کے لئے تباہ کن ہوتی ہیں:

☆ خواہش نفس کا اتباع

☆ حد سے زیادہ کنجوس

☆ اور خود پرستی“

حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

”کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میری لائی گئی شریعت کے تابع نہیں ہو جاتی۔“

حضرت بہاء الدین نقشبند ارشاد فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے آسان راستہ نفس کی مخالفت ہے۔“

حضرت مجدد الف ثانی کا ایک نفیس قول ملاحظہ ہو:

”بندہ جب تک خواہش نفس میں لگا رہتا ہے وہ نفس اور شیطان کی اطاعت میں ہوتا ہے۔ خواہش نفس سے بالکل آزاد ہو جانا ولایت سے وابستہ ہے اور کامل ترین فنا اور ہٹا پر موقوف ہے (72)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا کاہر میں سے کسی شیخ معظم کا قول نقل فرماتے ہیں، انہوں نے اپنے ایک مرید سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا: بیٹا!

مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ شیطان کی تیرے پاس گناہ کے راستے سے رسائی ہوگی۔

مجھے تو یہ خوف ہے کہ شیطان نیکیوں کے راستے سے کہیں تجھ تک نہ پہنچ جائیں۔

ترک ہوئی کے تین درجے ہیں:

ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عقائد میں سلف کی اطاعت کرے

اور ان کی مخالفت سے باز رہے۔

اوسط یہ ہے کہ گناہ کے وقت سوچے کہ اسے حساب کے لئے اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ اس درجہ میں مٹھوک چیزوں کو بھی چھوڑ دینا ہے۔

اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ضروریات پر جواز کا دائرہ محدود کر دے یعنی غیر ضروری چیزوں کی خواہش ترک کر دے (73)۔

يَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِيهَا ۖ قُلْ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۝

”آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کب وہ قائم ہوگی، تو آپ کو اس کا وقت بتانے سے کیا غرض؟“

آیت کی ترکیب اور ترتیب بتاتی ہے کہ مکہ کے مکرمین معاشرے میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے اثر سے ذہنوں میں کم از کم یہ کھٹکھٹ پیدا ہوگئی کہ ایک اور زندگی یقیناً ہمارے سامنے تن بدن میں برقی رو کی طرح لہرانے والی ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے وہ لوگ ذہنی تناؤ دور کرنے کے

لئے حضور انور ﷺ سے پوچھتے کہ قیامت کب قائم ہونے والی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق مکرمین قیامت

زراہ مذاق حضور ﷺ سے دریافت کرتے کہ قیامت کب آ رہی ہے؟ (74) یہ یقینی امر ہے کہ جن دنوں لوگوں کے ذہن میں جو سوال زیادہ

گردش کر رہا ہو تا حضور ﷺ بھی اس کا کثرت سے ذکر کرتے اور ایسا کرنا وظیفہ نبوت کی تکمیل ہوتی ہے۔ بعض تفسیر نویسوں نے اس بات کو ایسے

بیان کیا ہے جیسے اللہ خود ہی اپنے نبی کی مخالفت کر رہا ہو، معاذ اللہ انہیں کچھ بھی معلوم نہیں وغیرہ وغیرہ۔ ضرورت ہے کہ تفسیری عمود تک رسائی

حاصل کی جائے اور وہ ہے لوگوں کے قلب و روح میں قیامت پر یقین اور ایمان انڈیل دینا۔ فخر الدین رازی اور خطیب شربی نے آیت کو

خوب سمجھا ہے کہ جملے میں ”فیم“ کو علیحدہ تصور کیا جائے۔ اس صورت میں تفسیری مفہوم یہ ہوگا کہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال

کرتے ہیں ”فیم“ انہیں کس چیز میں تردد ہے ”انت من ذکوہا“ آپ تو ہیں ہی قیامت کی یاد کرنے والے یعنی آپ قیامت کے ساتھ

گویا ملے ہوئے ہیں۔ آپ کا وجود قرب قیامت کی دلیل ہے لہذا آپ قیامت کا ذکر نہیں کریں گے تو کون کرے گا (75)۔

اور اگر ”فیم“ کو ”انت من ذکرہا“ سے متعلق مانا جائے تو بھی مقصود علم نبی کی نفی نہیں بلکہ متعین وقت بیان نہ کرنے کی حکمت

بھارنا ہے۔ علم نہ ہو اور بات ہوتی ہے اور اظہار نہ کرنا اور ہوتا ہے۔ یہی علم کی نہیں اظہار علم کی ہے۔

واللہ اعلم

وقوع قیامت کا متعین وقت پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں میں قوت عمل ختم نہ ہو اور وہ بیداری کے ساتھ دینی احکام پر عمل

کرتے رہیں۔

إِلَىٰ رَبِّكَ مُتَّهِمَا ۚ

”آپ کے رب ہی کی طرف اس کی انتہا ہے۔“

قیامت کا متعین وقت اپنے رب ہی کی طرف اٹھا رکھے، صرف یہی نہیں بلکہ ہر علم کا اصل مرجع اللہ ہی کی ذات ہے۔ قیامت کے

بارے میں مکمل سائنسی انداز میں آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کی بجائے اس کے لئے تیاری پر زور دیا جائے جیسے کہ قیامت کے بارے میں

حضور انور ﷺ نے ایک سوال کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ

”تم نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے۔“

جواب میں اعرابی نے کہا:

نہ تو میں نے اس کے لئے زیادہ نمازیں تیار کر رکھی ہیں اور نہ ہی روزے، سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں۔

تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے۔

اِنَّكَ اَنْتَ مُنْذِرٌ مِّنْ يُخْشِئُهَا ۝

”بے شک آپ تو اُسے ڈرسانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے۔“

محبوب! آپ کا وظیفہ منصب وقوع قیامت اور اعمال کے عواقب سے لوگوں کو ڈرانا ہے۔ باقی رہا قیامت کا علم تو یہ ان مغیبات سے ہے جن کا علم نفل اور تحنیں، تجربے اور مشاہدے اور ریاضت اور پوچھ گچھ سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ان علوم کا فیض تو دلوں پر اتنا ہی برستا ہے جتنا چاہتا ہے اور قیامت کا متعین وقت پردہ حکمت میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ قیامت سے بعد اور قرب سے لوگوں میں نفسیاتی رد عمل کے ساتھ چھپیدگیاں نہ پیدا کرے۔ اصل بات تو خوف اور ذمہ داری کے احساس سے اصلاح اور ایمان کے صراط مستقیم پر چلنے کی ہے۔

قیامت شہرِ چمن تو نہیں ہونا کیوں کو سمیٹے ہوئے ایک جہانِ دراز ہے۔ اس کی تعین کا علم تو جہات کو پوری طرح اپنے اندر سمو لینے والا ہوتا ہے اور اس قدر حیرت زدہ ہو کر یکسو ہو جانا قیامت کے سوا ہر علم کو محو کرنے کا سبب بن سکتا ہے اور نبی کا کام اس علم کی نگہبانی ہے جو انداز کے کام آئے۔ سوا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد وہ علوم کئے ہیں جن سے قیامت کی ہولناکیوں سے مخلوق بچ سکتی ہے لیکن اس انداز کا فائدہ تو انہی لوگوں کو پہنچ سکتا ہے جن کے دل میں خشیت ہو۔

كَانَ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبِسُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحًى ۝

”گویا وہ دن جب وہ اسے دیکھ لیں گے لگے گا (تو وہ خیال کریں گے) وہ دن کے پچھلے پہر ٹھہرے تھے یا اس کے اگلے پہر۔“

علامہ مارودنی نے لکھا کہ کفار جس وقت قیامت کو رو برو دیکھ لیں گے تو پھر ان کے احساس کو دھچکے لگے گا اور وہ سمجھ جائیں گے کہ وہ دنیا میں اور قبروں میں محدود سے وقت کے لئے رہے ایسے ہی جیسے زوال کے بعد کا تھوڑا سا وقت ہوتا ہے یا چاشت کا وقت ہوتا ہے (76) ابن کثیر نے کہا کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کی مدت کو وہ کم سمجھیں گے (77) قتادہ نے کہا کہ ان لوگوں کی نظر میں دنیا اسی قدر ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ کے پاس اعرابی آتے اور پوچھتے قیامت کب آئے گی تو آپ انہیں سمجھاتے کہ یہ بچہ اگر زندہ رہا تو تم پر قیامت قائم ہوگی۔ یعنی تم لوگوں کی موت اس کی طبعی عمر سے پہلے ہے۔ گویا تمہاری قیامت موت ہے (78)۔

سورہ النازعات کی تفسیر زوال کے بعد بعون اللہ الوہاب اختتام کو پہنچی، مؤذن نے ظہر کی اذان دی ہے، ایسے لگا جیسے سورج کی تپتی کرنوں پر کچکی طاری ہوگئی ہو، سجدوں کی لذت پانے کے لئے کتابیں سمیٹ لی ہیں۔ مسجد کی طرف بڑھنے لگا ہوں اور علی اور حسین کے سجدے یاد آگئے۔ اقبال نے صحیح کہا تھا:

وہی سجدہ لائق اہتمام

کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

www.nafseislam.com

بارالہ!

ان لوگوں کی صحبت نصیب فرما جو تیرے مقام سے خائف ہیں۔

اے دل کی دھڑکنوں میں راز زندگی سونے والے!

نفس کو ہوا و ہوس سے نجات عطا فرما۔

پروردگار!

تدبیر زندگی کا حسن دے دے۔

اپنی طرف دوڑنے والوں میں شامل فرما دے۔

اور

بہشت بریں کو مرجع و مآب بنا دے۔

اور

میرے مولا!

باذن مولا

خنجر کی دھار جس نے رگ جاں سے کاٹ دی
وہ اعتبار عظمت آدم ہی اور تھا

اے میرے اللہ

میرے مالک

میرے مجبود

میرے دل کی مراد

عالم برزخ سے عالم قیامت تک

امن دینا، سکون پاٹنا اور طہیمان سے نواز دینا۔

تیری مدد کے طلبگار ہیں۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین

و صلی اللہ علی حبیبہ و اللہ واصحابہ اجمعین

حوالہ جات

- (1) مفتاح الغیب: امام فخر الدین رازی ایضاً، انوار التنزیل: بیضاوی ایضاً، جلالین ایضاً، روح البیان ایضاً، مظہری ایضاً، فتح القدر ایضاً، خنجر ایضاً، معارف القرآن ایضاً، تفسیر صوفی قلمی نسخہ اویچ شریف
- (2) تاویلات اہل سنت: ابو منصور ماتریدی ایضاً، تفسیر القرآن ابن کثیر ایضاً، روح المعانی: آلوسی
- (3) تفسیر القرآن: ابن کثیر ایضاً، مظہری ایضاً، مجمع الباس ایضاً، آلوسی ایضاً، عمونہ ایضاً، نور الثقلین ایضاً، مجمع البیان ایضاً، ضیاء القرآن وغیرہ
- (4) لسان العرب ابن منظور ایضاً، تاج ایضاً، محیط ایضاً، المفردات ایضاً، لغات القرآن ایضاً، قاموس
- (5) تفسیر القرآن، ابن منظور، ایضاً، آلوسی، ایضاً، ابو منصور ماتریدی
- (6) ضیاء القرآن: پیر کرم شاہ الازہری ایضاً، تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی
- (7) روح البیان: اسماعیل حقی
- (8) معارف القرآن: مفتی محمد شفیع ایضاً، تفسیر حسنت: ابو الحسنات
- (9) المفردات: راغب ایضاً، تاج العروس، لسان العرب
- (10) تفسیر قرطبی: امام قرطبی
- (11) زاد المسیر: ابن جوزی ایضاً، قرطبی
- (12) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی
- (13) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی
- (14) روح البیان: اسماعیل حقی، قرطبی، زاد المسیر
- (15) الصحاح: جوہری
- (16) التقریر: ابن عاشور، بیضاوی ایضاً، شیخ زادہ
- (17) مدارک التنزیل: نسفی ایضاً، قرطبی، ایضاً، رازی ایضاً، طبری
- (18) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی
- (19) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی، ایضاً، تفسیر کبیر: رازی ایضاً، شیخ زادہ
- (20) روح المعانی: آلوسی، ایضاً، تاویلات اہل سنت: اللہ: ابو منصور ماتریدی، ایضاً، روح البیان

(21) تفسیر القرآن: ابن کثیر، ایضاً تفسیر کبیر: رازی

(22) تفسیر القرآن: ابن کثیر

(23) تفسیر القرآن: اسماعیل حقی

(24) درالمحور: جلال الدین سیوطی ایضاً زادالمسیر ایضاً ابن کثیر ایضاً ابن جریر

(25) زادالمسیر: ابن جوزی، ایضاً طبری ایضاً مواهب الرحمن

(26) سراج منیر: خطیب شربنی

(27) تفسیر طبری: ابن جریر ایضاً مواهب بحوالہ ترمذی شریف، مسند امام احمد بن حنبل

(28) روح المعانی: آلوسی ایضاً کشف: زحشری

(29) حاشیہ بیضاوی: محی الدین شیخ زادہ

(30) التحریر: ابن عاشور ایضاً قرطبی ایضاً آلوسی ایضاً رازی ایضاً ابن کثیر

(31) فی ظلال القرآن: سید قطب

(32) لسان العرب: ابن منظور ایضاً المفردات ایضاً محیط ایضاً تاج

(33) المفردات: راغب اصفہانی

(34) تاج: زبیدی حنفی

(35) روح البیان: اسماعیل حقی

(36) روح المعانی: آلوسی

(37) المفردات: راغب اصفہانی ایضاً لسان العرب: ابن منظور ایضاً اسماعیل حقی ایضاً رازی ایضاً قرطبی

(38) تفسیر القرآن: ابن کثیر ایضاً روح البیان: اسماعیل حقی ایضاً تفسیر ابن جریر: طبری ایضاً قرطبی

(39) تفسیر القرآن الحکیم: ابن کثیر

(40) تفسیر کبیر: رازی

(41) تفسیر المرافی: احمد مصطفیٰ مراغی

(42) تاج العروس: زبیدی حنفی، ایضاً لسان العرب: ابن منظور ایضاً المفردات: تفسیر مظہری: پانی پتی

(43) تفسیر مظہری: ثناء اللہ پانی

(44) فتح القدر: شوکانی ایضاً الجامع الاحکام القرآن: قرطبی ایضاً رازی

(45) فتح القدر: شوکانی

(46) روح البیان: اسماعیل حقی

(47) انوار التنزیل: بیضاوی ایضاً رازی ایضاً محی الدین قوی حنفی

(48) البحر المدید: ابوعباس احمد بن محمد حنفی ایضاً فی ظلال القرآن

(49) حاشیہ بیضاوی: محی الدین شیخ زادہ ایضاً البحر المدید

(50) البحر والوجیز: ابن عطیہ ایضاً البحر المدید: ایضاً تفسیر ماجدی

(51) تاج العروس: زبیدی ایضاً حاشیہ بیضاوی: شیخ زادہ

(52) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی ایضاً رازی ایضاً ابن کثیر ایضاً روح المعانی

(53) التفسیر المسیر: زحیلی ایضاً شیخ زادہ ایضاً البحر المدید ایضاً قرطبی

(54) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی ایضاً مواهب ایضاً ضیاء القرآن ایضاً بدر المسیر

(55) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

(56) لسان العرب: ابن منظور، قرطبی، رازی، زبیدی حنفی لغات القرآن

(57) تاویلات اہل السنۃ: ابو منصور ماتریدی ایضاً محی الدین شیخ زادہ ایضاً رازی

(58) تفسیر القرآن الکریم: ابن کثیر ایضاً ابن جوزی

(59) تفسیر القرآن الکریم: ابن کثیر

(60) تاج العروس: زبیدی ایضاً المفردات: راغب ایضاً تہذیب اللغہ

(61) سراج: خطیب شربنی ایضاً ابن کثیر ایضاً ابوسعود

(62) فتح القدر: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایضاً تفسیر مظہری: ثناء اللہ پانی پتی

(63) تفسیر طبری: ابن جریر طبری ایضاً تفسیر القرآن: ابن کثیر

(64) المفردات: راغب اصفہانی ایضاً تاج: زبیدی حقی ایضاً آلوسی ایضاً رازی

(65) التلک العیون: ماوردی ایضاً ابن جوزی ایضاً ابن کثیر ایضاً روح ایضاً قرطبی

(66) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی

(67) القرآن: سورہ شعرا

(68) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

(69) مواہب الرحمن: سید امیر

(70) سورہ عنکبوت: 54

(71) تفسیر کبیر: امام فخر الدین رازی

(72) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی ایضاً مکتوبات شریف

(73) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی

(74) تفسیر ماوردی: ماوردی ایضاً قرطبی ایضاً رازی ایضاً ابن کثیر

(75) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی ایضاً سراج: خطیب شربنی

(76) التلک والعیون: ماوردی

(77) تفسیر القرآن الکریم: ابن کثیر

(78) مواہب الرحمن: سید امیر علی

پھول ہمارے آنگن کا

کس قدر گراہ کن ہے یہ کہاوت، اخلاقی بندش نہ عقلی دلیل ہوتی ہے
بیٹے کچھ بھی کر گزریں، وہ تو اک بھول ہوتی ہے
ہے قلب و نظر کا نور یہ جاں فزا حقیقت، دل سے قبول ہوتی ہے
پیکر عصمت و رعنائی بیٹی ہر گھر کی عزت کا پھول ہوتی ہے
یہ کہا جاتا ہے ماں کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے
دیکھا جائے اگر تو جنت کی بنیاد یہی بیٹی ہوتی ہے
گمہداشت پہ اس کی باغیاں کی خاص نظر ہوتی ہے
یہ پھول ہمارے آنگن کا امانت دوسرے گھر کی ہوتی ہے
گو قناعت پسند، سراپا ایثار، شکر و رضا کا پیکر ہوتی ہے
پھر بھی نصیب اچھا ہو سب کی دعا اور فکر ہوتی ہے
بچپن ہی سے حساس طبیعت دل میں بے لوث محبت لئے پلتی ہے
اور وقت کے ساتھ ساتھ یہی محبت ممتا کے روپ میں ڈھلتی ہے
جیسے سوکھی بنجر زمین پر رحمت کا مینہ برستا ہے
بھائی پرواہ کرے نہ کرے تکلیف میں بہن کا پیار جھلکتا ہے
ماں باپ پر فدا اس کی فطرت، بھائیوں پہ غار اس کی سرشت
پھر بھی عقل کے اندھے سمجھتے ہیں اس کا وجود اک مصیبت
پیدا ہو اگر بیٹا تو خوشی کے شادیانے بجائے جاتے ہیں
پیدا ہوتی ہے جب یہ غریب تو منہ لٹکائے جاتے ہیں

صباح



راہ خداوندی میں جہاد کی فضیلت

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال مر رجل من اصحاب النبی ﷺ بشعب فيه عينيه من ماء عذبة فاعجبه بطيبها فقال لو اعتزلت الناس فاقمت في هذا الشعب و من الفعل حتى يستأذن رسول الله ﷺ فذكر ذلك برسول الله ﷺ فقال لا تفعل فان مقام احدكم في سبيل الله افضل من صلوة في بيته سبعين عاما الا تحيون ان يغفر الله لكم ويدخلكم الجنة اغزوا في سبيل الله من قاتل في سبيل الله لواق ناقة و جيت له الجنة. هذا حديث حسن (جامع ترمذی جلد اول، ص ۳۲۷، باب فی اللہ و الرسل فی کتب اللہ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے (فرماتے ہیں) نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے ایک شخص ایک ایسی گھائی سے گزرا جس میں بیٹھے پانی کا چھوٹا سا چشمہ تھا۔ اپنی پاکیزگی (اور عمدگی) کی وجہ سے وہ چشمہ آپ کو پسند آیا تو آپ نے فرمایا کاش میں لوگوں سے الگ ہو کر اس گھائی میں ٹھہر جاؤں (لیکن) میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب نہ کروں۔ اس نے یہ بات رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا بے شک تم میں سے کسی ایک کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد میں) کھڑا ہونا اس کی اپنے گھر میں ستر سال پڑھی جانے والی نماز سے افضل ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی بخشش فرما دے اور تمہیں جنت میں داخل کرے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو جو شخص ایک اونٹنی کو دو مرتبہ دوھنے کے درمیان والی مدت (کی مقدار) اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

شعب (شین کے نیچے زیر کے ساتھ) پہاڑ کے اندر راستہ، پہاڑ کے دامن میں پانی جاری کا راستہ اور دو پہاڑوں کے درمیان کھلی جگہ کو کہتے ہیں۔ (یعنی گھائی)

عینہ: عین کی تصغیر ہے یعنی چھوٹا چشمہ

عذبة: میٹھا پانی (کھارے پانی کا مقابل)

فواق: اونٹنی کا دو دوھ دوھنے کے بعد دوسری مرتبہ دوھنے سے پہلے درمیان کا وقفہ ”فواق“ کہلاتا ہے۔

اس حدیث کا بنیادی موضوع اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی فضیلت ہے لیکن اس کے علاوہ بھی اس حدیث پاک میں کئی درس ہیں۔

پہلی بات یہ کہ جب بھی کسی کام کا خیال آئے تو اس کے بارے میں قرآن وحدیث کو پیش نظر رکھا جائے، نیز علماء ربانین سے مشاورت کی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کام نامناسب یا غیر افضل ہو۔

رسول اکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں صحابہ کرام کو جب کسی چیز کی خواہش ہوتی تو وہ رسول اکرم ﷺ کی اجازت لینا ضروری سمجھتے تھے۔ گویا وہ اپنی خواہش کو ترجیح دینے کی بجائے آپ کے ارشادات مبارکہ اور آپ کی ہدایت کو ترجیح دیتے تھے اور یہی ایک مسلمان کے ایمان اور اسلام کا تقاضا ہے۔

چنانچہ صحابی رسول ﷺ کو یہ بات پسند آئی کہ وہ اس گھائی میں جہاں میٹھے پانی کا چشمہ ہے (اور عرب میں اس دور میں میٹھے پانی کی اہمیت بہت زیادہ تھی کیونکہ اس طرح کا پانی نایاب یا کمیاب تھا) وہاں قیام کریں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں وقت گزاریں۔ لیکن انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اس لئے تاکید کے ساتھ یہ بات پسند فرمائی کہ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا جب تک رسول اکرم ﷺ سے اجازت طلب نہ کروں۔ اس لئے انہوں نے ”لن افعل“، نفی تاکید کا صیغہ استعمال فرمایا، گویا ہمیں اس حدیث سے یہ درس ملا کہ مومن کو کوئی بھی کام کرتے وقت اسلامی تعلیمات کی کسوٹی پر اسے پرکھنا چاہیئے۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قیام ستر سال کی نماز سے بہتر ہے۔ جو نماز کوئی شخص گھر میں پڑھتا ہے اس نماز سے نقلی نماز مراد ہوگی کیونکہ گھر میں پڑھنا اس بات کا قرینہ ہے اس لئے کہ مومن فرض نماز مسجد میں باجماعت پڑھتا ہے نقل نماز بارگاہ خداوندی کے قرب کا ذریعہ ہے جس طرح ایک دوسری حدیث شریف میں بتایا گیا کہ بندہ نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب اختیار کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے محبوب بنالیتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود رسول اکرم ﷺ نے صرف چند سالوں نہیں بلکہ ستر سال کی نماز سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قیام کو افضل قرار دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عام طور پر قیام فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہوتا ہے اور یہاں بھی بنیادی طور پر جہاد ہی مراد ہے جس طرح ”عزو فی سبیل اللہ“ کے الفاظ مبارکہ اس پر قرینہ ہیں، لیکن اگر ہم ”فی سبیل اللہ“ قیام وسیع تناظر میں دیکھیں تو یہ بات واضح ہوگی کہ وہ لوگ جو علوم دینیہ کی تعلیم وتعلم میں مصروف رہ کر ایک ایسی جماعت تیار کرتے ہیں جو بدی کی قوتوں کا مقابلہ کرتی ہے وہ بھی ”فی سبیل اللہ“ لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

وہ لوگ جو باطل نظریات اور غیر اسلامی اعتقادات کا قلع قمع کرنے کے لئے حکمت اور دانائی کے ساتھ اپنی زبان اور اپنے قلم کو استعمال کر کے ملت اسلامیہ کو بدعتیہ کی نجاست سے دور رکھتے ہیں وہ بھی ”فی سبیل اللہ“ لوگوں کی فہرست میں شامل ہیں اور وہ لوگ جو معاشرتی بگاڑ اور خرابیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے اور ایک صالح معاشرہ کے قیام کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں وہ بھی فی سبیل اللہ قائم ہیں۔

اس لئے جہاد فی سبیل اللہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مال کے ساتھ جہاد، تمکوار (یعنی ہر دور کے مطابق اسلحہ) کے ساتھ جہاد، قلم کے ذریعے

جہاد، قیام فی سبیل اللہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کچھ وقت یعنی اونٹنی کے دودھ دو بار دوہنے کے درمیان والی مدت کے مطابق جہاد میں وقت خرچ کرنے والوں کو خوشخبری دی، جو اس بات کی علامت اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مسلمان زیادہ وقت نہ سہی کچھ وقت بھی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور جنت کی خوشخبری حاصل کرتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

و فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجرا عظیم (سورہ نسا آیت: ۹۵)

”اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر بہت بڑے اجر کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی۔“
اسی آیت کی تفسیر اس حدیث شریف میں بیان کی گئی۔

صحابہ کرام نے دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کی خاطر آسائش اور آرام کو بھی قربان کر دیا جس کی واضح مثال غزوہ تبوک ہے۔ گرمی کے موسم میں تیار پھلوں، سایہ دار درختوں اور ٹھنڈے پانی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کے لئے میدان جہاد میں نکلنا صحابہ کرام کا وہ کارنامہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔

مجاہد فی سبیل اللہ اپنی جان اور مال کا نذرانہ پیش کر کے دین حق کی سر بلندی کا باعث بنتا ہے اس لئے اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے۔
رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

ما من عبد یموت له عند اللہ خیر یحب ان یرجع الی الدنیا وان له الدنیا وما فیہا الا الشہید لما یری من فضل الشہادۃ فانه یحب ان یرجع الی الدنیا فیقتل مرۃ اخری .

(جامع ترمذی جلد اول ص ۴۲۶، باب ما جاء فی ثواب الشہید)
”جو شخص فوت ہوتا ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھلائی ہے وہ دنیا کی طرف واپس آنا اور دنیا اور جو کچھ اس میں اس کا حاصل کرنا پسند نہیں کرتا سوائے شہید کے وہ شہادت کی فضیلت دیکھنے کی وجہ سے پسند کرے گا کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے اور ایک مرتبہ پھر شہادت کا مقام حاصل کرے۔“

معلوم ہوا کہ جہاد کی فضیلت نقلی نماز سے زیادہ ہے اور جو لوگ جس جس انداز میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم مرتبہ اور بلند درجات کے حامل ہیں اور اسلام کے فروغ اور عالمی سطح پر اسلام کے خلاف سازشوں کے قلع قمع کے لئے جہاد ضروری ہے۔
لیکن یہ بات بھی ہمیشہ پیش نظر رہے کہ فرقہ واریت کو ہوا دینا، امت مسلمہ کے بے گناہ لوگوں کو شہید کرنا جہاد نہیں ہے۔ جہاد کفر اور بدی کے خلاف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مخالفین اسلام کے خلاف ہر محاذ پر جہاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شیخ الاسلام سلطان محمد علی شہید

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے پتے کی بات کہی تھی کہ بے یقینی غلام سے بدتر ہوا کرتی ہے۔ ہمارا آج کا المیہ یہی ہے کہ غیر افواہ کی غلامی سے تو ہم نے آزادی حاصل کر لی مگر اپنے وجود، اپنی انا، اپنی حریت اور اپنی صلاحیت کے یقین سے محروم رہے، بظاہر آزادیاں حاصل کر لینے کے باوجود ہم اپنی سیاسی اور معاشی پالیسیاں بنانے میں تو اختیار کے محتاج تھے، ہی اب ہم نے سماجی رویوں اور دینی اقدار کو بھی بدلتی رتوں کے ساتھ بدلنا شروع کر دیا ہے۔ ذہنی مرعوبیت اور فکری مایوسی کا یہ عالم ہے کہ ہمارے بعض نام نہاد دانش کار قرآنی تعلیمات کو اس طرح بدلنے کے مشورے دے رہے ہیں کہ ان میں کہیں لفظ جہاد نظر نہ آئے تاکہ عالمی طاقتیں ہم سے خوش ہو جائیں۔ ایسی صورت حال میں جبکہ قوموں کی فکری آبیاری کرنے والوں کی صفوں میں ایسے لوگ گھس آئے ہوں جو پوری قومی تاریخ ہی کو مشکوک قرار دے رہے ہوں، اپنے مومن کی سیاسی سے بے یقینی کے اندھیرے کاشت کر رہے ہوں، اپنے ہاتھوں اپنی تاریخ کو مسخ کر رہے ہوں۔ سلطان شہاب الدین غوری اور سلطان محمود غزنوی اور محمد بن قاسم کو بدلیسی اور لیرے قرار دے رہے ہوں، ضرورت ہے کہ اندھیروں کی اس فصل کو پروان چڑھنے سے قبل ہی اکھاڑ پھینک جائے اور صداقت، حریت، شجاعت، خود اعتمادی اور یقین کے اجالے عام کئے جائیں۔ آج ایک ایسی ہی سراپا یقین و حریت شخصیت کا تذکرہ ہے جس نے اسلامی ہندوستان کی غلامی کے خلاف سب سے پہلے علم آزادی بلند کیا، اگر اس وقت کے مسلم نواب اور راجے بہار راجے اس کا ساتھ دیتے تو ہندوستان کو کبھی انگریز کی غلامی کی طویل رات نہ دیکھنا پڑتی۔ غلامی کے پھیلنے اندھیروں میں غیرت و حریت میں اس چمکتے ستارے کا نام سلطان فتح علی ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ ہے جسے اس کے دشمن انگریز نے بھی شیر میسور کے نام سے یاد رکھا، مگر درحقیقت وہ شیر میسوری نہیں شیر اسلام تھا۔ 1782 میں اپنے والد والئی میسور حیدر علی کی وفات پر 32 سال کی عمر میں حاکم بنے اور 1799 میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی انچاس سالہ زندگی اور سترہ سالہ دور حکمرانی گواہ ہے کہ انہوں نے جو کہا اسے سچ کر دکھایا۔ ان کا کہا ہوا ایک جملہ آج بھی مظلوموں اور محکوموں کی ہمت بندھاتا ہے اور دانش و حکمت کے صحیفوں میں آب زر سے لکھا جاتا ہے کہ ”شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔“ کتب تاریخ کے مطابق ان کے خاندان کا تعلق مشہور درویش شیخ بہول رحمۃ اللہ علیہ سے بتایا جاتا ہے۔ حضرت جمال الدین حسینی لمشہور گیگسور اور رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے خادموں سے قریبی رشتہ داری کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ آپ کے والد حیدر علی اور والدہ فخر النساء نے آرکات میں ایک ولی کامل ٹیپوستان کے دربار میں حاضری دے کر بیٹے کی ولادت کی دعا مانگی۔ اللہ نے یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں جو بیٹا عطا کیا اس کا نام تو والدین نے فتح علی رکھا مگر تاریخ میں وہ اس ولی کامل ٹیپوستان کی نسبت سے سلطان ٹیپو ہی مشہور ہوا۔ والد نے بچپن ہی میں شاہزادوں کی طرح ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ماہر ستاذہ سے تیر اندازی، نیزہ بازی، گھڑ سواری، فن تیراکی اور جنگی چالوں کی تربیت دلائی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں انہیں مختلف فوجی مہمات کا سربراہ بنایا گیا، جس میں انہوں نے ذہانت، شجاعت اور فوجی مہارت کا لوہا منوایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب 1782 میں ان کے والد کی اچانک وفات ہوئی تو انہوں نے کاروبار مملکت بطریق احسن سنبھال لیا۔ اپنے سترہ سالہ دور حکومت میں اگرچہ انہیں مسلسل انگریزوں سے جنگوں کا سامنا کرنا پڑا مگر اپنی خدا داد وقیم و فراست، بصیرت و حکمت اور حسن انتظام سے انہوں نے اپنی مملکت کو ترقی و خوشحالی سے اس طرح بہکنا کر دیا کہ ہندو مسلم رعایا ان کی شہادت کے بعد بھی محبت سے انہیں یاد کرتی رہی۔ ان کی خدا ترسی، فیاضی، رعایا دوستی، غریب نوازی اور حب الوطنی کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رعایا کی ایسی محبوبیت نصیب فرمائی کہ جو جلال الدین اکبر کا جلال اور اورنگ زیب عالمگیر کا تقویٰ و ورع بھی حاصل نہ کر سکے، یہ ان کی محبوبیت ہی تھی کہ دکن کے لوگ گیتوں اور عورتوں کی لوریوں میں بھی سلطان ٹیپو گنگنایا جانے لگا تھا۔ دکنی میں لوگ گیتوں کے اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

اللہ کے منگتیوں دعا بارے بار
میرا بیٹا ہوندے ٹیپو جیسا سردار
گنوں گنوں بختیں نوبت نقارے
ٹیپو کی صفتاں کے گن گائے سارے
میرے اللہ! ٹیپو کی سات مکاں تعریف ہو
جمین شی آسمان تک ٹیپو کی توصیف ہو

سلطان ٹیپو کی جدوجہد آزادی نے عوام کے دلوں میں انگریزوں سے اپنے ملک کو بچانے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا اور یہ جذبہ لوگ گیتوں میں ذہل گیا تھا۔

ایسے ڈھول کے طوفان میں چٹا پت مرنے
انگریزوں کے ہمارے ملک شی پہلے ٹھانڈے
میرے مولا ٹیپو کو تو ایسی طاقت دیوے
جس کے سہارے انگریزوں ٹھانڈے

عوام کے جذباتوں اور سلطان کی بہادری کے باوجود جب تنگ دیں تنگ وطن خدا را عظم میر صادق، غلام علی لنگڑا اور ہندو شیر پور نیا کی خدا
ری سے جیتی ہوئی بازی ہار میں تبدیل ہوئی اور سلطان ٹیپو شہید ہو گئے تو تب بھی مدتوں تک علاقے کے لوگ گیتوں میں سلطان کا نام محبت و
عقیدت کا استعارہ بن کر گونجتا رہا۔ ملاحظہ ہو:

نشیب کی مجبوری کیا سنی میری بھان
ٹیپو جیسے باشا کی بھی نشیب لی ہے جان
عورتیں پھر کسی ٹیپو جیسے بیٹے کی دعا مانگتی رہیں:

ٹیپو جیسا گھر میں جو ایک بیٹا ہوئیگا
جھاراں ، لاکھاں پوانے بھاری ہوئیگا
ہمیں ماواں کے پیٹ میں ایسا بیٹا آئے
ٹیپو سریکا وہ شیر نر ہونڈے

سلطان ٹیپو نے سترہ سالہ دور حکومت میں جنگوں میں ہتلا رہنے کے باوجود اس حسن انتظام سے حکومت کی کہ ان کا چند سالہ دور ہندوستان
کے کئی بادشاہوں کی صدیوں کی حکومت پر بھاری ہے۔ انہوں نے اپنی سلطنت کی بنیاد قرآن و سنت اور فقہ حنفی پر رکھی تھی۔ وہ علم و ادب کے
دلدادہ تھے۔ ان کی لائبریری ہندوستانی ریاستوں میں ایک لاجواب لائبریری تھی۔ جس میں مختلف زبانوں میں کتب موجود تھیں۔ صنعت و
حرف و زراعت اور ذرائع آمد و رفت میں میسور اپنی مثال آپ تھا۔ انہوں نے مقامی طور پر اسلحہ سازی کی صنعت کو فروغ دیا۔ اس وقت راکٹ
کی اختراع کی جب کہ ابھی کسی کے پاس یہ تکنیک نہیں تھی۔ دوسری جنگ عظیم میں اسی قدیم راکٹ کی جدید شکلوں کو استعمال کیا گیا۔

زراعت کے لئے انہوں نے کرشنا راج ساگر ڈیم کی بنیاد رکھی جسے بعد میں راجہ وڈیر نے 1911ء میں دوبارہ تعمیر کروایا۔ بہترین صندل
کاشت کروایا۔ بنگال اور چین سے ریشم کے کیڑے لاکر ریشم سازی کی صنعت کو فروغ دیا، اسی کا اثر ہے آج بھی ہندوستان کی ریشم سازی میں
75% میسور کا اثر ہے۔ اندرونی نظم و نسق کے ساتھ ساتھ انہوں نے خارجہ پالیسی پر بھی توجہ دی۔ سلطان ترکی اور فرانس کے نیولین بوناپارٹ
سے مراسم قائم کئے۔ ان کی بھرپور کوشش تھی کہ نظام حیدر آباد دمرھٹے اور دیگر ریاستوں کے نواب مل کر انگریز کا مقابلہ کریں تاکہ ہندوستان کو
بیرونی تسلط اور غلامی سے بچایا جاسکے۔ لیکن افسوس کہ اس وقت کے راجوں مہاراجوں نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ انگریزوں کی سازش
میں شریک ہو کر بار بار سلطان پر جنگیں مسلط کرتے رہے۔ اس کے باوجود وڈیرائیوں میں سلطان نے انگریزوں کو شکست فاش دی۔ انگریزی
فوجوں سے ہتھیار رکھوائے ان کے جرنیل کو گرفتار کیا، مگر وادھنا! میدان جنگ میں دشمن کو شکست دینے والے اپنی صفوں کے اندر گھسے ہوئے
غداروں سے نہ بچ سکے۔ جب میر صادق، غلام علی لنگڑا اور پورنیا کی ملی جلتی سے انگریز قلعہ سرنگاپٹنم میں داخل ہوئے تو ان میں کامیاب ہو گئے اور
سلطان بقیہس اگلی صفوں میں وادشاعت دینے لگے تو ان پر غداروں کا راز واضح ہوا۔ انہوں نے بھد حسرت و یاس فرمایا: ”اے غدارو! تم اس
غدار کی انجام ضرور دیکھو گے، تم اور تمہاری نسلیں انگریزوں کے ماتحت غلامی کی زندگی گزاریں گی۔ تم ایک ایک چاول اور پیاز کی ایک ایک ڈلی
کو ترسو گے“ افسوس کہ 4 مئی 1799ء بھری کو جنگ آزادی کا یہ اولین ہیر و جام شہادت نوش کر گیا۔

با کردند خوش رہے نہ جاگ و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان یا کسطنیہ را



صاحبزادہ پیر غلام صدیقی احمد نقشبندی

مرکزی نائب امیر جماعت اہل سنت پاکستان

انٹرویو پیشکش: عبدالقادر مصطفائی، محمد اظہار اقبال



خوش لباس، خوش مزاج، خوش اخلاق، مہمان نواز، ہر کام کو ایک ڈھنگ، طریقے اور سلیقے سے کرنے کے عادی۔۔۔ پیری مریدی کے بھیس میں عیاری و مکاری اور دیگر کروہ و حندوں سے بالکل نا آشنا اور اپنے اسلاف کے پیغام اور تعلیمات کے اصل پیرو اور مبلغ یہ ہیں حضرت صاحبزادہ پیر غلام صدیق احمد نقشبندی مدظلہ العالی جو جامع مسجد گلزار مدینہ کے منتظم اور آستانہ عالیہ گلزار مدینہ کے سجادہ نشین، انجمن گلزار مدینہ کے سربراہ اور جماعت اہل سنت پاکستان کے دیرینہ اور مخلص قائدین میں سے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ہر کام کو بڑے ہی نظم اور دستور کے مطابق کرنے کے قائل ہیں اور یقیناً کامیابی بھی اسی میں ہے۔ جماعت اہل سنت کے لئے آپ کی بے شمار قربانیاں ہیں۔ سنی کانفرنس لاہور انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کے سنگ بنیاد کی تقریب کی تیاری کے موقع پر اقام الحروف نے حضرت کو ایسے کام بھی کرتے دیکھا جنہیں کرنا ایسے قد کاٹھ کے لوگ اپنے مقام و مرتبہ کی توہین سمجھتے ہیں۔ محترم جناب بہاؤ الدین عظیمی پر حضرت سے انٹرویو کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: ”نہ کرو اسے چھاپنا مشکل ہو جائے گا“۔ آپ کی خیال افروز باتیں اور بھائی و چیلن اور فحرم و ضبط کو بہتر بنانے کے حوالہ سے اصلاح طلب گفتگو قارئین دلیل راہ کے پیش خدمت ہے۔

دلیل راہ: اپنے ذاتی تعارف، تعلیم اور تعلیمی مراحل کے حوالے سے آگاہ فرمائیں؟

پیر صاحب: سیالکوٹ کا زمیندارہ گھرانہ راجپوت کھوکھر۔ والد صاحب سیالکوٹ سے ہجرت کر کے اپنے پیر صاحب کے ہاں گجرات تشریف لائے۔ پیر صاحب نے والد صاحب کو اپنا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ اس طرح سے ہمیں آستانہ عالیہ گلزار مدینہ کی چوکیداری کا شرف حاصل ہوا۔ گورنمنٹ پبلک ہائی سکول اور زمیندارہ ہائی سکول گجرات سے تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں I.M.S.O. آکٹاکس اور بی۔ ایڈ کیا۔ زمانہ طالب علمی سادہ سادہ گزری کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔

دلیل راہ: آپ اپنی بیعت و اسلاف کے تعارف سے آگاہ فرمائیں؟

پیر صاحب: بیعت پیر و مرشد بابا جی محمد علی پشوری اور آپ کی وفات کے بعد والد گرامی حضرت صوفی غلام قادر کے دست اقدس پر بیعت کی۔ بابا جی محمد علی کے پیر و مرشد صاحبزادہ غلام دنگیر اور ان کے پیر و مرشد بابا جی حسن محمد گجراتی تھے جو بابا جی فقیر محمد چوراسی کے خلفاء میں سے ایک ہیں۔



دلیل راہ: آپ کی زیر نگرانی گجرات شہر میں ایک انتہائی خوبصورت مسجد تعمیر ہوئی اس کی مختصر تعریف و تاریخ۔

پیر صاحب: جامع مسجد گلزار مدینہ صرف ایک مسجد نہیں ایک خانقاہ ہے، ایک نظریہ ہے، اسلاف کی یادگار ہے، بے شمار

معتقدین کی عقیدت کا مرکز ہے۔ بابا جی محمد علی نے ۱۳۹۱ء میں اس کی تعمیر فرمائی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تعمیر نو کی ضرورت محسوس ہوئی لہذا اس کی تعمیر نو کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ سول انجینئرنگ کے لئے کراچی کے مشہور انجینئر عبدالغنی قاسم نے نقشہ تیار کیا جبکہ اس کا آرکیٹیکچر اور تعمیر ساری کی ساری اللہ کے فضل و کرم سے میرے حصے میں آئی، اللہ قبول فرمائے آمین

دلیل راہ: یا رسول اللہ ﷺ پکارنے والے غلامان رسول ﷺ کے نمائندہ و مفتاح پلیٹ فارم جماعت اہل سنت پاکستان کے آپ دیرینہ و مخلص قائدین میں سے ہیں۔ جماعت اہل سنت اور اپنی جماعتی زندگی کے حوالے سے کچھ ارشاد فرمائیں؟

پیر صاحب: ہمارے شجرہ برادر ہمیں سیدنا فاروق اعظم کی اولاد بتاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے اور یقیناً ہے تو جس دن حضرت فاروق اعظم ﷺ نے آقائے دو جہاں ﷺ کی غلامی اختیار کی، اسی دن سے ان کے صلب میں اہل سنت و جماعت میں شامل ہو گیا۔ باقی رہی موجودہ جماعت اہل سنت جو ایک تنظیمی و تحریکی ڈھانچہ ہے اس کے ساتھ ۹۱ء کے بعد کچھ سال لوگ جذباتی طور پر متعلق رہے۔ ان کی مناسب رہنمائی نہ کی جا سکی۔ جس کی وجہ سے لوگ بد دل ہونا شروع ہو گئے۔

میرے خیال میں آج جماعت اہل سنت میں دو کردار اہل سنت لیڈر اور راہنما سب موجود ہیں، جو راہنمائی کرنے کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کے لئے کوشاں ہیں۔ جماعت کو اگر متحرک کرنا ہے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مخلص نوجوانوں کو میرٹ پر قیادت سونپیں۔ ذاتی پسند ناپسند ذاتی تعلق و لاتعلقی سے ہمیں بالاتر ہونا پڑے گا۔

دلیل راہ: جماعت اہل سنت کے تاریخی و یادگار اجتماعات اور انٹرنیشنل سیکرٹریٹ کے قیام میں آپکا بڑا اہم کردار رہا ہے، لیکن ان دنوں آپ جماعتی معاملات میں اتنے سرگرم و متحرک محسوس نہیں کئے جا رہے؟

پیر صاحب: جماعت اہل سنت کے لئے میں آج بھی درد دل رکھتا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں اب میری رائے عموماً ناگوار محسوس کی جا رہی ہے، لہذا کنارہ کش ہوں۔ دل جلتا ہے، جلتا رہے گا۔ مرنے کے بعد بھی دل چیرے گا اس میں بھی جماعت اہل سنت سے محبت پاؤ گے۔

دلیل راہ: اہل سنت و جماعت کے اتحاد کے حوالے سے آپ کیا خیال فرماتے ہیں؟

پیر صاحب: اتحاد و اتفاق کے لئے میں بہت آگے آگے رہا ہوں۔ جب علامہ سید احمد سعید کاظمی اور صاحبزادہ فضل کریم کے درمیان اختلافات نے جگہ کی تو صوفی محمد علی نقشبندی سیالکوٹ والے، احمد علی پشتچی کاموکی، صاحبزادہ فضل الرحمن اکاڑوی اور چند دیگر مخلصین کے

بہراہ اتحاد کی کوشش کی (آج صوفی محمد علی سے جماعت کا کوئی رابطہ نہیں اور بندہ بھی صفائی کے کپڑے کی طرح ایک کونے میں پڑا ہوا ہے البتہ الحاج امجد علی چشتی جو حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی کے مرید خاص ہیں آج بھی جماعت میں بڑی حاضری رکھتے ہیں) جو عین آخری مرحلے میں بالارادہ یا بلا ارادہ مختلف افراد کی طرف سے سبوتاژ کر دی گئی۔ بعد ازاں ATI کے سابقین کی کوششوں کے نتیجے میں دارالعلوم حزب الاحناف ۳۹۹۱ء میں منعقدہ اجلاس میں جماعت اہل سنت کے تمام گروپ متحد ہو گئے۔ نہایت سکون ملا اور خوشی محسوس ہوئی۔

دلیل راہ:- متحدہ جماعت اہل سنت کے اہم کارنامے اور موجودہ صورت حال سے آگاہ فرمائیں۔

پیر صاحب:- جماعت اہل سنت کے ایک ہونے کے بعد اس کے کام کرنے میں نیازی، نورانی اختلافات دقت ڈالتے رہے۔ امیر محترم ملا مسید مظہر سعید کاظمی، جناب شاہ احمد نورانی کے حامی ہوا کرتے اور اس وقت کے ناظم اعلیٰ محترم پیر محمد افضل قادری مدظلہ نیازی گروپ کی طرف میلان رکھتے۔ ہر وقت نورانی کے حق میں کیوں ہے نیازی کے خلاف کیوں ہے۔۔۔ جماعت کے گلے پڑا رہتا۔

پیر افضل قادری صاحب نہایت ہمت اور جرأت والے کارکن تھے لیکن ساتھ ہی انہیں اپنے جذبات پر کنٹرول نہیں تھا، عموماً اختلافات کو انا کا مسئلہ بنا لیتے لیکن اس وقت کی کچن کینٹ جس میں اس فقیر کے علاوہ جناب امجد علی چشتی، صاحبزادہ فضل الرحمن، سید مصطفیٰ اشرف رضوی، سید محمد صفدر شاہ، جناب احمد عبدالرزاق ساجد اور محمد نواز کھل شامل تھے، معاملے کو سنبھال اور سلجھا لیتے اور امیر محترم اور ناظم اعلیٰ کے درمیان پل کا کام کرتے۔ معاملات کھلے پیٹھے چلتے رہے بالآخر جامعہ نعیمیہ لاہور میں ایک اجلاس میں مارچ کرنے اور نہ کرنے پر اختلاف ہوا۔ پیر افضل قادری نے مصلحت کو پیش نظر نہ رکھا، جذبات میں بھرے مجمعے میں الٹی سیدھی تقریر فرمادی۔ جس پر بہت تلخی پیدا ہوئی۔ پیر افضل نے کسی سے مشورہ بغیر استعفیٰ دے دیا جس میں عنادیہ دیا کہ وہ غنی جماعت بنا کر کام کریں گے۔ امیر محترم نے بھی سکھ کا سانس لیا اور فوراً استعفیٰ منظور فرمایا۔ نئے ناظم اعلیٰ کے لئے پیر سید ریاض حسین شاہ کا انتخاب کیا۔ یہ فیصلہ ہر طرف اور ہر سطح پر سراہا گیا اور امید کی گئی کہ اب جماعت زیادہ احسن طریقے سے کام کرے گی اور ایسا ہوا۔ جماعت تھوڑی بہت جاگی، کئی کارنامے انجام دیئے، اجلاس ہوتے، بحث و تحقیق ہوتی۔ عموماً یہ اجلاس امجد علی چشتی صاحب کے گھر پر ہوتے۔ یہاں شاندار میٹنگ کے ساتھ شاندار کھانے کا اہتمام بھی ہوتا۔

دلیل راہ:- جماعت اہل سنت کے کام کی رفتار اور اسے مزید بہتر بنانے کے حوالے سے آپ کے خیالات و ارشادات؟

پیر صاحب:- جماعتی انتخابات عموماً اس امید پر ہوتے ہیں کہ جماعت میں نیا اور گرم لبو شامل کیا جائے گا، لیکن میرا احساس ہے کہ جماعت کے انتخابات کے oven میں پرانے اور تھکے بزرگوں کو ریفریش کیا جاتا ہے۔ انتخابات انتشار کا ذریعہ بنتے رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انتخابات میرٹ پر نہیں ہوتے اور منتخب ہونے کے لئے جماعتی آئین کی پاسداری نہیں کی جاتی۔ کارکن بدول ہو چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ جماعت میں اب وہ فعالیت نہیں جو پہلے موجود تھی۔ بہر حال لکیر پینے کی بجائے ہمیں حالات کو درست کرنا چاہیئے۔ اگر جماعت اہل سنت کو عوامی جماعت بنایا جائے اس کا انتظام و انصرام نوجوانوں کے سپرد کیا جائے بزرگ رہنمائی فرمائیں تو یقیناً حالات سدھر سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جماعت صرف مولویوں اور پیروں کی نہ رہے بلکہ حقیقتاً اہل سنت کی جماعت بن جائے تو انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ معاشرے کا چھوٹا سا گروہ جو وکلاء پر مشتمل ہے وہ ملک میں ایک بڑی تبدیلی کا ذریعہ بن سکتا ہے تو جماعت اہل سنت اگر متحرک ہو اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی حقیقی



حواہاں ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ اس ریلے کے سامنے کوئی طاقت ٹھہر سکتی ہو۔ ضرورت منظم و متحرک ہونے کی ہے۔
دلیل راہ:- آپ سمیت دیگر مرکزی عہدیداران کس حد تک اپنی ذمہ داری بطریق احسن نبھا رہے ہیں۔

پیر صاحب:- مجھے افسوس ہے

کہنا پڑتا ہے کہ جماعت کے عہدیداران سوائے عہدہ حاصل کرنے کے اور کچھ نہیں کر رہے۔ جو بھی کارکردگی بیان کی جائے گی وہ صرف سطحی ہوگی۔ اصل معاملات یعنی اتحاد اہل سنت اور نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ پر وہ توجہ نہیں دی جا رہی جن کی بناء پر یہ مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

دلیل راہ:- اہل سنت و جماعت کی سیاسی تنظیموں و شخصیات کے اتحاد کی کوئی سبیل؟

پیر صاحب:- اہل سنت کے سیاسی گروپ بھی شعوری یا لاشعوری طور پر اہل سنت کے اجتماعی مفادات کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ ہر کسی نے پنی ڈیڑھ آنچ کی مسجد بنا رکھی ہے یا پھر ایسی قوتوں سے اتحاد کر رکھا ہے جو اعتقادی طور پر یا عملی طور پر اہل سنت کے مفادات کو پیش نظر نہیں رکھتے۔

دلیل راہ:- سنی اتحاد کونسل کے بارے میں آپ کیا خیال فرماتے ہیں؟

پیر صاحب:- سنی اتحاد کونسل ایک روشنی کی امید ہے، لیکن میرے جیسا خوش امید شخص بھی وہاں پر موجود ذاتی مفادات کی بناء پر کوئی خاص امید نہیں رکھتا۔

دلیل راہ:- اہل سنت کی مقتدر شخصیات سے آپ کا قریبی تعلق و واسطہ ہے کس شخصیت سے آپ متاثر ہیں؟

پیر صاحب:- میرے لئے تمام بزرگ معتبر ہیں، قابل احترام ہیں سب سے محبت کرتا ہوں، لہذا میرے لئے مشکل ہے کہ اپنے ادب و احترام اور محبت کو منقسم کروں۔

دلیل راہ:- انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کے بارے پر وہیکلینڈ کیا گیا کہ اس کی رجسٹری ایک دو بزرگوں کے نام ہے۔ سنی سیکرٹریٹ کے انتظامی معاملات و پروگرام سے آگاہ فرمائیں۔

پیر صاحب:- انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کی زمین خریدنا بہت بڑا کارنامہ ہے، جو یقیناً سید ریاض حسین شاہ کی مخلصانہ اور بہترین پلاننگ کا شاندکار کارنامہ ہے۔ ایک تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ سنی سیکرٹریٹ کی رہائشی سکیم میں بندر بانٹ کی گئی ہے، حالانکہ ایسا کہنا بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ جس سنی نے سیکرٹریٹ کی خریداری کے لئے اس وقت چار لاکھ پیش کیا حقیقتاً اس نے چار کنال رقبہ کی قیمت ادا کی جبکہ سنی سیکرٹریٹ نے اسے صرف ایک کنال زمین دی اور باقی تین کنال خود رکھی، لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ ان لوگوں کو سیکرٹریٹ نے زمین دی بلکہ انہوں نے سیکرٹریٹ کو زمین دی۔

سنی سیکرٹریٹ ایک ٹرسٹ کے زیر انتظام ہے، جس کے ٹرسٹیز نے اس کی زمین حاصل کرنے کے لئے متحرک و فعال کردار ادا کیا۔ یہ ٹرسٹ باقاعدہ رجسٹرڈ ہے اس زمین کو نہ بیچا جاسکتا ہے نہ سنی سیکرٹریٹ کے مقاصد و پروگرام کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس بات کو اپنوں اور غیروں سب کو ذہن نشین رکھنا چاہئے۔ جلدی یا بد پر اس جگہ (انشاء اللہ) انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کا قیام ہی عمل میں آئے گا۔ جماعت اہل سنت کے بزرگوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اس خیال سے نکل آئیں اس پراجیکٹ پر ان کی ہی گرفت ہے۔ ٹرسٹیز کو فعال کرنا چاہئے اور ان کے ذمہ اس کی آبادی اور انتظام و انصرام کر دینا چاہیئے

دلیل راہ:- آپ کی پسندیدہ کتاب؟

پیر صاحب:- قرآن مجید

دلیل راہ:- آپ کا پسندیدہ شعر؟

پیر صاحب:- نبی پاک ﷺ کی نعت

دلیل راہ:- آپ کا پسندیدہ لباس؟

پیر صاحب:- سفید شلوار قمیض

دلیل راہ:- آپ کا پسندیدہ کھانا؟

پیر صاحب:- جو وقت پر مل جائے۔

دلیل راہ:- آپ کی پسندیدہ خوشبو؟

پیر صاحب:- جو دوسروں کو اچھی لگے۔

دلیل راہ:- آپ کا پسندیدہ پھول؟

پیر صاحب:- ہر پھول۔

دلیل راہ:- قارئین دلیل راہ اور قارئین و کارکنان جماعت اہلسنت کے نام آپ کا پیغام؟

پیر صاحب:- میرے خیال میں اوپر کے مضامین چھپ گئے تو کافی پیغام پہنچ جائیں گے۔





حالات حاضرہ واقعات کے آئینہ میں

نثر: صاحبزادہ محمد سعید احمد پدناوری

کھول کر آنکھیں مرے ”آئینہ گفتار“ میں
”آنے والے دور“ کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ!

انگریزوں نے ۱۹۰۱ء میں برصغیر پاک و ہند کے شمال مغرب میں واقع علاقے کو اپنی انتظامی ضرورتوں کے تحت ”شمال مغربی صوبے“ کا نام دیا اور اس وقت سے اب تک یہی نام مستعمل ہے۔ قیام پاکستان تک کسی نے اعتراض کیا اور نہ انگریزوں سے مطالبہ کیا کہ ان کے صوبے کا نام پختون قومیت کی بنیاد پر رکھا جائے۔ قیام پاکستان کے وقت ”شمال مغربی سرحدی صوبہ“ میں سرحدی گاندھی سردار عبدالغفار خان المعروف باچا خاں کی قائم کردہ سرخ پوش پارٹی کی حکومت تھی۔ اس وقت بھی کسی نے ایسا مطالبہ نہ کیا حالانکہ باچا خاں اس وقت بآسانی ایسا کر سکتے تھے۔ صوبہ سرحد کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کے لئے ریفرنڈم کرنا طے پایا تو باچا خاں نے مسلم لیگ کے ”مطالبہ قیام پاکستان کی نصرف شدید مخالفت کی بلکہ انڈین کانگریس کا بھرپور ساتھ دیا اور وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ہندو لیڈروں کی ایما پر صوبہ سرحد کو خود مختار سٹیٹ بنانے اور اس کا نام پختونستان رکھنے کا مطالبہ بھی کر دیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے انگلستان جا کر کہا کہ میں ایسی چند گاڑی چھوڑ آیا ہوں جو ہمیشہ سلگتی رہے گی۔ سرخ پوش لیڈر باچا خاں کی حمایت کے لئے پنڈت جواہر لعل نہرو نے صوبہ سرحد کا دورہ بھی کیا۔ مسلم لیگ کے اس وقت کے رہنما خان عبدالقیوم خاں تھے جنہوں نے درد دل رکھنے والے اور اسلام کے جذبہ سے سرشار پختونوں کو اکٹھا کیا۔ پیر آف مکھڑ شریف اور پیر آف ماکی شریف جیسے بلند پایہ علماء و مشائخ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا جس کے نتیجہ میں مسلم لیگ نے صوبہ سرحد کا ریفرنڈم جیت لیا اور باچا خاں سمیت پختونستان کا نعروں لگانے والوں کو شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا۔ انجام کار صوبہ سرحد پاکستان کا حصہ قرار پایا اور خان عبدالقیوم خاں صوبہ کے پہلے وزیر اعلیٰ بنے۔ اس طرح پختونستان کا مسئلہ اپنی موت آپ مر گیا۔ باچا خاں کے انڈین کانگریس کے ساتھ اس قدر گہرے تعلقات اور روابط تھے کہ ان کی ”خدمات“ کے عوض کافی عرصہ بعد ہندو رہنما کرم چند گاندھی نے باچا خاں کو خطیر انعام دیا اور ایک لاکھ روپے کی تحفہ بھجووائی، جہاں تک باچا خاں کی پاکستان دشمنی کا تعلق ہے، وہ انہوں نے مرتے دم تک بدستور قائم رکھی حتیٰ کہ انہوں نے وصیت کی کہ ”ان کی موت کے بعد انہیں افغانستان کے دار الحکومت کابل میں دفن کیا جائے“۔ چنانچہ خان عبدالغفار خاں کی وفات پر ان کی خواہش کے مطابق انہیں کابل ہی میں دفن کیا گیا، جہاں وہ آج تک آسودہ خاک ہیں، افسوس ہے کہ اس طرح ان کو اپنے وطن کی سرزمین پر دفن ہونے کی سعادت نمل سکی اور وہ ”دیار غیر“ میں دفن ہوئے۔ اس سے ان کی ”پاکستان دشمنی“ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

باچا خاں کی وفات کے بعد، ان کے بیٹے خاں سردار عبدالولی خاں ان کے جانشین بنے۔ انہوں نے ان کے ناکام مشن کو بدستور جاری رکھا، لیکن ہر انتخاب میں ان کو بھی شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا۔ البتہ میاں نواز شریف پہلی بار وزیر اعظم بنے تو انہوں نے نیشنل عوامی پارٹی کو قومی دھارے میں لانے کے لئے ولی خاں سے اتحاد کر لیا حالانکہ اس سے قبل بھٹو صاحب نے بغاوت کیس بنا کر انہیں جیل میں ڈال رکھا تھا اور جنرل ضیاء الحق نے انہیں اور ان کے دیگر ساتھیوں کو رہا کیا تھا۔ نواز شریف نے غلام احمد بلور کو وفاقی وزیر ریلوے مقرر کیا لیکن ان اقدامات کے باوجود نیشنل عوامی پارٹی جواب عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) بن گئی تھی جس سے مس نہ ہوئی اور وہ اپنے پرانے مطالبات پر بدستور قائم رہی۔ اسمبلیوں میں معدود چند سیشن لینے والے آج صوبہ سرحد میں حکمران ہیں۔ یہ سب کچھ میاں نواز شریف اور جنرل مشرف کا کیا دھرا ہے جس کی میاں نواز شریف اور قوم سزا بھگت رہی ہے۔

ولی خاں نے بھٹو مخالف نوستاروں کے اتحاد (قومی اتحاد) میں بھی حصہ لیا اور ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف چلنے والی جمہوری تحریک میں پورا ساتھ دیا۔ ان کے بعد ان کی بیگم پارٹی سربراہ بنیں اور اب خیر سے ان کے فرزند اسفند یار ولی سربراہ ہیں۔ یاد رہے کہ اے این پی کی پالیسی پہلے کیونسٹ نواز تھی اور وہ امریکہ کے مقابلے میں روس کی حامی تھی۔ لیکن 2008ء کے انتخابات سے قبل اسفند یار ولی خفیہ دورہ امریکہ گئے وہاں سے واپس آئے تو انتخابات میں حیران کن حد تک انہیں اتنی سٹیٹس ملیں کہ وہ اقلیت میں ہونے کے باوجود حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئے حالانکہ 2003ء کے انتخابات میں صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کے اتحاد نے بھرپور کامیابی حاصل کی تھی اور اس نے 5 سال تک حکومت کی لیکن یہاں پاکستان میں انتخابات کے پیچھے خفیہ ہاتھ ہوتا ہے جو ”انجینئر ڈ“ کر کے مرضی کے نتائج پیش کرتا ہے۔

یاد رہے کہ اسلامی جماعت جمعیت العلماء اسلام (ف) اور جمعیت العلماء پاکستان جیسی دینی جماعتیں اس اتحاد میں شامل تھیں۔ 2008ء کے انتخابات میں جماعت اسلامی اور تحریک انصاف وغیرہ نے انتخاب میں حصہ ہی نہ لیا جس کی وجہ سے اے این پی کو کامیابی حاصل کرنے میں آسانی ہو گئی۔

حیران کن امر یہ ہے کہ اے این پی اب امریکہ کے خلاف اتنی شدت اور حدت سے زبان نہیں کھولتی جو کبھی اس کا وطیرہ اور شیوہ تھا۔ درد دل رکھنے والے لوگوں کو اے این پی کی امریکہ دوستی اس لئے کھٹکتی ہے کہ امریکہ کے تھک ٹھنکس پختونستان کے قیام کے حامی ہیں۔ امریکہ میں ایک ایسا نقشہ چسپ چکا ہے جس میں افغانستان، صوبہ سرحد اور بلوچستان کے پشتون علاقوں کو ”بمجزوہ پختونستان“ کا حصہ دکھایا گیا ہے۔

اگر چہ اے این پی نے یہ ظاہر پختونستان کا نام چھوڑ کر اب ”پختون خواہ“ لکھا ہے بد قسمتی سے آصف زرداری اور ان کے والد حاکم علی پٹیل عوامی پارٹی کے کسی زمانے میں عہدیدار رہے ہیں۔ اسی لئے آصف زرداری نے ہوشیاری اور عیاری سے کام لیتے ہوئے برسرِ اقتدار آتے ہی پختون خواہ کی حمایت شروع کر دی اور اسے اٹھارہویں ترمیم میں شامل کر دیا۔ آصف زرداری کے دو مقاصد تھے: ایک تو اسفند یار ولی خاں کو خوش کرنا تھا اور دوسری طرف وہ میاں نواز شریف کو تنگ کرنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میاں نواز شریف لامحالہ پارٹی پالیسی کے تحت پختون خواہ کی مخالفت کریں گے اور اس طرح اٹھارہویں ترمیم منظور نہ ہو سکے گی۔ ادھر اے این پی نے آئینی ترمیم کمیٹی میں اٹھارہویں ترمیم کی منظوری کو اس امر سے مشروط کر دیا کہ ان کے صوبہ سرحد کا نام پختون خواہ رکھا جائے ورنہ وہ اسے منظور نہیں کریں گے۔ میاں نواز شریف کے ذہن پر اٹھارہویں ترمیم منظور کرانے اور سترھویں ترمیم کے خاتمے کا ”بھوت“ سوار ہو چکا تھا، اس لئے انہوں نے ”ہزارہ“ کے عوام کا مطالبہ اور سردار مہتاب عباسی جیسے وہاں سے منتخب ہونے والے مسلم لیگ ن کے نمائندوں کے جذبات و احساسات کو نظر انداز کرتے ہوئے خیبر پختون خواہ کے نام کو تسلیم کر لیا۔

اس کا نتیجہ وہی ہوا جو بدیہی طور پر ہونا چاہیے تھا۔ ہزارہ ڈویژن کے ہزارہ قبیلہ پر مشتمل عوام اور گوجری بولنے والے گوجر متحد ہو کر میدانِ عمل میں آ گئے اور انہوں نے الگ صوبہ کا مطالبہ کر دیا۔ مسلم لیگ ق جو وہاں سے شکست کھا چکی تھی، اس نے موقع سے خوب فائدہ اٹھایا اور میدانِ عمل میں کود پڑی۔ علیحدہ صوبہ کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا۔ اس سلسلہ میں جماعت اسلامی اور تحریک انصاف نے بھی پورا پورا ساتھ دیا اور اس طرح ہزارہ کو صوبہ بنانے کی بھرپور تحریک شروع ہو گئی۔ لوگ سڑکوں پر آ گئے، مار جلائے گئے اور سڑکوں کی ٹریفک بند کر دی گئی، حتیٰ کہ شاہراہ ابریشیم بھی بند ہو گئی۔ حکومت نے حسبِ معمول ظالمانہ راستہ اپنایا۔ پولیس نے کرفیو لگا دیا، لیکن لوگ کرفیو کے باوجود گھروں سے باہر نکل آئے۔ آنسو گیس کے علاوہ پولیس نے گولیاں بھی چلا دیں۔ فارنگ سے آٹھ دس افراد مارے گئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ ہزارہ صوبہ کا مطالبہ مزید شدت اختیار کر گیا۔ بامر مجبوری مسلم لیگ ن کے ایم این اے اور قیام پاکستان کے شدید حامی سردار مہتاب خاں عباسی نے اپنی نشست سے استعفیٰ دے دیا۔ سردار مہتاب خاں عباسی لسانی سیاست کے شدید مخالف ہیں اور وہ دھیسے مزاج کے انسان ہیں۔ یہ استعفیٰ تا دمِ آخر یرمیاں نواز شریف نے منظور نہیں کیا تاہم اس استعفیٰ نے خطرناک صورت حال ضرور پیدا کر دی ہے۔

شنید ہے کہ اب انیسویں ترمیم کی تیاریاں شروع ہیں جس میں ہزارہ صوبہ کا مطالبہ تسلیم کر لیا جائے گا یا پھر ”ہزارہ پختون خواہ“ کا مشترکہ نام قبول کر لیا جائے گا مگر اس کے ساتھ ہی دیگر صوبوں کے قیام کی تحریک بھی زور پکڑ جائے گی، ایک تجویز ہے کہ اگر پختون خواہ قائم رہتا ہے تو ہزارہ صوبہ کے ساتھ ساتھ قبائلی علاقہ پر مشتمل علاقہ میں ”قبائلیستان“ کا صوبہ بنادیا جائے۔ ان حالات میں ”بہاول پور“ اور ”سرائیکی“ صوبوں کا مطالبہ بھی زور پکڑ جائے گا اور اس طرح پنجاب اور پاکستان کی وحدت متاثر ہوگی۔ کیونکہ صوبوں کا قیام بظاہر انتظامی مسئلہ ہے مسلم لیگ ق نے جون پنجاب میں الگ صوبہ قائم کرنے کے لئے قومی اسمبلی میں تحریک پیش کر دی ہے جس میں صوبے کا نام ”ستلج“ یا ”بجند“ تجویز کیا گیا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ نئے صوبے قائم ہونے سے لوگوں کے مسائل ضرور حل ہوں گے لیکن ایسے مواقع پر شدت پسند اور مفاد پرست درآتے ہیں اور ملک کو نقصان پہنچنے کا شدید احتمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں مالی اعتبار سے اس وقت ملک بھاری مالی بوجھ اٹھانے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ جو پہلے ہی مالی و اقتصادی اعتبار سے کمزور ہے اور جس کی معیشت کا بھٹ بیٹھ چکا ہے۔ انتشار اور افتراق کی فضا بھی عام ہے، فرقہ واریت بھی جاری ہے اور اس پر مستزاد دہشت گردی نے جینا حرام کر رکھا ہے مہنگائی اور بے روزگاری بھی حملہ آور ہیں۔

بقول علامہ اقبال علیہ الرحمۃ:

دیکھئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبد نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا

☆☆☆

بے نظیر کے قتل کے بارے میں اقوام متحدہ کی رپورٹ

ہیپلز پارٹی کی رہنما بے نظیر بھٹو، زرداری کے قتل کے بارے میں اقوام متحدہ کے تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ بیکر ٹری جزل بان کی مون کو پیش کی اور انہوں نے اسے جاری کر دیا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اخبارات کے ذریعے منظر عام پر آ گئے ہیں۔ رپورٹ میں جزل مشرف کی حکومت کو قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق جزل مشرف کے رشتہ دار ڈی جی ایم آئی (ملٹری انٹیلی جنس) میجر

جزل ندیم اعجاز کے حکم پر (جو شرف کے دست راست تھے) راو لپنڈی کے سٹی پولیس آفیسر (سی پی او) سعود عزیز نے بے نظیری جانی جانے شہادت پر موجود تمام شاہد کو کیپٹلر ملے پانی سے نیکس دھو ڈالا تھا۔ رپورٹ کے مطابق سعود عزیز پر مختلف حوالوں سے الزامات عائد کئے گئے ہیں اور انہیں پوسٹ مارٹم نہ کرانے کا ذمہ دار ٹھہرا گیا ہے۔ حیران کن امر ہے کہ موجودہ حکومت نے برسرِ اقتدار آتے ہی سعود عزیز کو ملتان میں سی پی او تعینات کر دیا تھا۔ رپورٹ میں ”جائے قتل“ پر شاہد کو دھو ڈالنے کے معاملے کو بہت اہمیت دی گئی ہے کیونکہ یہ شاہد تحقیقات میں انتہائی مفید ثابت ہو سکتے تھے۔

حیران کن بات ہے کہ آئی ایس آئی کے ایک افسر کا نڈر راو لپنڈی کرل جہا نگیر اختر شام سے بہت پہلے جزل ہسپتال میں موجود تھے۔ ایک موقع پر آئی ایس آئی کے نائب سربراہ جزل نصرت جہا نگیر نے اختر کے موبائل فون پر پروفیسر مصدق سے رابطہ کیا تھا۔ ایک ذریعے نے ناظم ہارنہ کرنے کی شرط پر کہا کہ سعود عزیز کو جائے حادثہ کو دھونے کے آرڈر ڈی آرڈری ہیڈ کو آرڈر سے ملے تھے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ایک دو نہیں کئی مواقع پر انکوائری کے دوران سرکاری افسروں نے کھل کر بولنے سے خوف اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔ رپورٹ کے مطابق ڈی سی او راو لپنڈی عرفان الہی آر جی ایچ کے آپریٹنگ روم کے باہر موجود تھے اور انہیں پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں مل رہی تھی تاہم پروفیسر مصدق نے خاندان سے اجازت نہ ملنے کے باوجود ایکسرے ٹیکنیشن غفور کو طلب کیا اور بے نظیری کی کھوپڑی کے دو ایکسرے لئے۔ یہ کام انہوں نے کسی کی اجازت لئے بغیر کیا۔

رپورٹ کے مطابق سی پی او راو لپنڈی لیاقت باغ کے باہر دھماکہ کے فوراً بعد جائے وقوعہ کو چھوڑ کر آر جی ایچ روانہ ہو گئے تھے۔ جائے وقوعہ پر جو افسر موجود ہے، وہ ایس پی خرم شہزاد تھے جو سعود عزیز سے فون پر مسلسل ہدایات لیتے رہے۔ رپورٹ کے مطابق سعود عزیز کا کردار متنازعہ ہے کیونکہ جائے وقوعہ کو دھونا غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک سینئر پولیس افسر نے کہا کہ ”جائے وقوعہ سے شہادت کو مٹانا مجرمانہ غفلت ہے“۔ پولیس حکام کے مطابق اس میں فوج ملوث تھی۔ رپورٹ کا کہنا ہے کہ پوسٹ مارٹم کے ذریعے موت کی وجہ کا تعین نہ کرنے کے باعث حکومت کی سادہ کوششید ترین نقصان پہنچا اور بے نظیری کی موت کے حوالے سے طرح طرح کی قیاس آرائیوں نے جنم لیا۔ سی پی او سعود عزیز مؤثر تحقیقات میں رکاوٹ بننے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ مزید برآں سی پی او نے جوائنٹ انویسٹی گیشن ٹیم کے تحقیقات کاروں کی جائے وقوعہ پر تحقیقات میں قتل کے دو دن بعد تک رکاوٹ ڈالی۔ کمیشن نے یہ بھی کہا ہے کہ سی پی او کا بے نظیر بھٹو کے پوسٹ مارٹم سے دانستہ ”احترام موت کی حتمی وجہ جاننے میں رکاوٹ بننا ہے۔ سی پی او کی جانب سے یہ توقع کرنا غیر حقیقی بات تھی کہ آصف زرداری چکالہ انیر پورٹ پر اپنی بیوی کی موت کے سات گھنٹے بعد جب ان کی لاش تابوت میں رکھ کر انیر پورٹ پہنچائی جا چکی تھی، ان کو پوسٹ مارٹم کی اجازت دے سکتے تھے۔ پوسٹ مارٹم زرداری کی آمد سے بہت پہلے راو لپنڈی ہسپتال میں ہو جانا چاہیے تھا۔

رپورٹ کے منظر عام پر آنے ہی مختلف شخصیات اور اخبارات و جرائد کی طرف سے تنقید کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ کچھ عرصہ تک یہ تبصرے ہوں گے اور تنقید کا سلسلہ جاری رہے گا۔

جزل حیدر گل نے کہا ہے کہ کمیشن کی رپورٹ میں زرداری کو کلین چٹ دینے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مشرف کو موجودہ حکومت نے پروٹوکول دیا اور ملک سے باہر جانے کی اجازت دی۔ پاکستان مسلم لیگ ن کے پرویز رشید نے کہا ہے کہ جزل شرف کو باہر سے فوراً واپس بلا کر ان پر بے نظیر کے قتل کا مقدمہ قائم کرنا چاہیے تاکہ اصل حقائق سامنے لائے جا سکیں اس کے برعکس مسلم لیگ ق کے سربراہ چوہدری شجاعت نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کی رپورٹ میں جزل مشرف کو ملزم نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ سابق حکومت کو ملزم قرار دیا گیا ہے۔ چوہدری شجاعت یہ امر بخوبی جانتے ہیں کہ جزل مشرف کے دور میں حکومت مسلم لیگ ق ہی کی تھی جس کے وہ پارٹی سربراہ تھے۔ کیا وہ یہ ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہیں؟ بے نظیر کے قتل کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے جیو کے پروگرام میں کہا گیا ہے کہ ”تقریباً ایک سو کروڑ روپے کی لاگت سے تیار ہونے والی 65 صفحات پر مشتمل رپورٹ میں ان تمام سوالات کے جوابات تاحال باقی رہ گئے ہیں کہ جو اس عظیم سانحہ پر پاکستانیوں کے ذہنوں میں کھلا رہے تھے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ دراصل ”کھودیا پاڑ، نگاہ چوہا“ کے مترادف ہے۔ اقوام متحدہ کی کمیٹی کے سربراہ نے کسی کو بھی اس واقعہ کا براہ راست مجرم ٹھہرانے یا اس کی نشان دہی سے انکار کر دیا ہے۔ سابق صدر جزل مشرف کے ترجمان میجر جزل راشد قریشی نے پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ ”اقوام متحدہ کے کمیشن نے اس کیس کے کچھ حصوں پر توراے دی لیکن کچھ حصوں پر سنی سنا بی بات آگے بڑھا دی ہے“۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کی کمیٹی نے اپنی رپورٹ اس وقت لانچ کی جب پاکستانی تحقیقاتی ایجنسیاں اپنی تحقیقات مکمل کر چکی تھیں اور اس کاٹ لینڈ پاڑ نے بھی ان کی تصدیق کر دی تھی۔

صدر مملکت آصف زرداری کا بیان حیران کن ہے جنہوں نے حسب معمول کہا ہے کہ ہم انتقام پر یقین نہیں رکھتے اور بے نظیر کے قاتل ضرور بے نقاب ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آصف زرداری جنرل مشرف یا ان کی حکومت کے حکام کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کے حق میں نہیں اور انہیں توقع ہے کہ بے نظیر کے قاتل ایک دن خود ہی علی الاعلان کہیں گے کہ ”ہم قاتل ہیں اور ہمیں آکر پکڑ لو“۔ پاکستانیوں کا ایک حلقہ ایسا بھی موجود ہے جو آصف زرداری کو بے نظیر کے قتل کا ذمہ دار قرار دیتا ہے کیونکہ وہ خود برملا کہتے ہیں کہ وہ ”بے نظیر کے قاتلوں سے آگاہ ہیں“۔

دریں اثناء حکومت نے تین رکنی ”فیکٹ فائینڈنگ“ کمیٹی قائم کر دی ہے جس میں ایک فوجی جرنیل بھی شامل ہے یہ کمیٹی کیا رپورٹ دیتی ہے اور پھر اس کا کیا حشر ہوتا ہے؟ یوں لگتا ہے کہ کچھ چھوٹے افسروں کو رگیدا جائے گا اور بڑے بڑے لوگ صاف بیخ نکلیں گے کیونکہ رحمان ملک اور بابر اعوان جو موقع پر موجود تھے اور قتل کے بعد روفو چکر ہو گئے، اب وزرائے ہاتھ پیر ہیں۔ ناہید عباسی چیچ چیچ کر کہہ رہی ہیں کہ بے نظیر کے قاتلوں کو بے نقاب کرو مگر ان کی پکار کوئی سننے کو تیار نہیں، بے نظیر کے تمام قریبی ساتھیوں کو کھلے لائن لگا دیا ہے۔ آخر کیوں؟ اگر وہ ان قاتلوں سے واقف ہیں تو ان کو بے نقاب کر کے ان کو سزا کیوں نہیں دلاتے؟ وہ خود صدر مملکت ہیں اور ان کی پارٹی کی حکومت مرکز میں برسر اقتدار ہے۔ تمام انٹیلی جنس ایجنسیاں، پولیس اور فوج کے ادارے ان کے ماتحت ہیں۔ وہ ان سے کام کیوں نہیں لیتے؟ اور طویل انتظار کے چکر میں کیوں ہیں؟ کیا وہ ”قاتل حکومت“ سے بھی زیادہ ”طاقتور“ ہیں؟ اس کے علاوہ بے نظیر کے قتل سے انہیں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔

☆☆☆

افغانستان میں متوازی وزارت کے قیام کا امریکی منصوبہ

خبر آئی ہے کہ امریکہ بھادر اپنے علاقائی مفادات کے تحفظ کے لئے افغانستان میں ایک متوازی وزارت قائم کر رہا ہے، جو ”وزارت برائے سرحد و قبائل“ کہلائے گی۔ اس کا مقصد سرحد کے دونوں اطراف میں اپنے مشکوک آپریشنز کو تقویت دینا ہے۔ کابل میں مقیم ایک افسر نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر انکشاف کیا ہے کہ افغانستان میں متوازی وزارت کے قیام کا منصوبہ بالکل تیار ہے۔ متذکرہ وزارت کے مشاف کو انٹیلی جنس آپریشنز کی تربیت دی جائے گی۔

اس سے قبل امریکہ نے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لئے لفپاک (Af-Pak) کی اصطلاح وضع کر رکھی ہے جس کا مطلب افغانستان اور پاکستان ہے گویا اس خطے میں افغانستان کو پاکستان کے مقابلے میں زیادہ اہمیت حاصل ہے اور پاکستان کی دوسری پوزیشن ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ افغانستان اور پاکستان الگ الگ ممالک نہیں بلکہ ایک ہی ملک ہیں یا ایک ہی خطہ ہیں یہ سازش کس قدر گھناؤنی ہے۔

افغانستان اور پاکستان کے درمیان سرحد کو ”ڈیورنڈ لائن“ کہا جاتا ہے جو انگریزوں نے افغانستان کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت قائم کی تھی۔ مزید براں سرحد پر آباد قبائلی علاقہ میں مقیم قبائلیوں کو ایک خاص قسم کی خود مختاری دی گئی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد افغانستان نے بھارت کی شبہ پر ڈیورنڈ لائن کو متنازع قرار دینا شروع کر دیا۔ پچھلے دنوں سابق صدر بش کے دور حکومت کی وزیر خارجہ کوئڈ الیز ارنس نے بھی اسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں امریکہ کے خاص عزائم ہیں جن کو وہ بہر صورت پورا کرنا چاہتا ہے۔ ایک امریکی تھنک ٹینک نے چند سال پہلے مبینہ طور پر ایک نقشہ شائع کیا تھا جس میں افغانستان بلوچستان اور صوبہ سرحد کے پنجتون بولنے والے علاقوں کو ”آزاد پنجتونستان“ قرار دیا تھا۔ گویا امریکہ کے عزائم بہت خطرناک ہیں۔ لیکن بد قسمتی ہے کہ دہشت گردی کے نام پر لڑی جانے والی جنگ کو ہم ”اپنی جنگ“ قرار دے رہے ہیں جس میں اب تک ان گنت شہری ہلاک اور تین ہزار فوجی افسر اور جوان شہید ہو چکے ہیں۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق سال گزشتہ کے وسط تک ہمیں اس جنگ کی بدولت 35 سے 45 ہزار لاکھ نقصان پہنچ چکا ہے، جس میں ہر روز اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ امریکہ کے پریشر پر سوات اور جنوبی وزیرستان میں فوجی آپریشنز ہوئے جس میں دونوں طرف ”پاکستانی مسلمان“ مارے جا رہے ہیں۔ روز بروز حملے الگ ہیں۔ ان کے ذریعے بھی بے گناہ خواتین، بچے اور بوڑھے مرنے لگے ہیں۔ اس قدر بھاری جانی و مالی نقصانات کے باوجود امریکہ کو ہم پر اعتماد نہیں۔ وہ ”ڈومور“ کی پالیسی پر عمل پیرا ہے یہی حال بھارت کا ہے۔

افغانستان میں سٹواری وزارت کی تشکیل ایک اور عدم اعتماد کے مترادف ہے۔ اگر آئندہ چل کر اس وزارت کے ذریعے پاکستان میں مداخلت کی جاتی ہے تو ملکی استحکام اور قومی سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔ پاکستان آزاد و خود مختار ملک ہے۔ اس کی خود مختاری پر آج نہیں آئی چاہیے۔ ہم پہلے ہی امریکہ کی جنگ اپنے وسائل سے لڑ رہے ہیں کیونکہ امریکہ جو امداد دے رہا ہے وہ اونٹ کے منہ میں زیرہ کے برابر ہے۔ پانچ سال میں سات ارب ڈالر دیئے جانے کا تخمینہ ہے، گویا ڈیڑھ ارب ڈالر سالانہ جبکہ گزشتہ سال تک ہمارا نقصان 35 سے 45 ارب ڈالر کا ہے۔ سوات آپریشن میں لاکھوں باشندے بے گھر ہوئے۔ آپریشن کے دوران بے شمار مکانات تباہ ہو گئے۔ انفراسٹرکچر برباد ہوا لیکن ان کی بحالی اور آباد کاری کے لئے امریکہ نے اپنے وعدے بھی پورے نہیں کئے۔

امریکہ اگر دھونس اور طاقت کے بل بوتے پر ہمارے علاقوں میں جاسوسی کرے تو اس کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔ امریکی مداخلت سے قبل ہی پاکستان کو اپنی سرحدوں پر توجہ دینا چاہیے اور انہیں ہر اعتبار سے محفوظ بنانا چاہیے۔ یاد رہے کہ پاکستان کچھ بھی کر لے امریکہ ہم پر کبھی اعتماد نہیں کرے گا۔ ہم نے افغانستان میں روس کے خلاف جنگ لڑی۔ اپنے ہزاروں فوجی اور سولہ سین ہشید کروائے۔ لاکھوں افغان مجاہدین اور شہری ہلاک ہوئے۔ ان گنت مکانات تباہ ہوئے جس کے نتیجے میں امریکہ واحد عالمی سپر طاقت بن گیا، لیکن امریکہ نے جنگ ختم ہوتے ہی وہ فائدہ کی اور پاکستان کو یکہ و تباہ چھوڑ کر واپس چلا گیا اور اب حال ہی میں اس نے بھارت کے ساتھ سٹریٹجک معاہدے کر لئے ہیں اور اس کا دفاعی پارٹنر بن گیا ہے بلکہ اسے نیوکلیر ٹیکنالوجی بھی دینا شروع کر دی ہے اور جب ہم اس کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہمیں انکاسا جواب ملتا ہے حالانکہ ہم ”فرنٹ لائن سٹیٹ“ ہیں اور امریکہ کے اتحادی ہیں۔

تازہ ترین خبر میں امریکہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس نے پاک افغان سرحد کی نگرانی کے لئے امریکہ کی بدنام تنظیم ”ڈائن کور“ کو متعین کر رکھا ہے جس پر اب تک 32 ملین ڈالر خرچ ہو چکے ہیں۔ امریکہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اس ضمن میں امریکہ نے پاکستان کے ساتھ ایک معاہدہ کر رکھا ہے۔ ہمارے وزیر داخلہ رحمان ملک نے پاکستان میں جہاں ”بلیک وائر“ کی موجودگی سے کئی بار انکار کیا ہے، وہاں ڈائن کور کی موجودگی کا اعتراف کیا ہے۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو سفارت خانہ کے افراد کے روپ میں پاکستان میں دندناتے پھرتے ہیں اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں پولیس پکڑتی ہے تو اعلیٰ شخصیات کے فون پر انہیں رہائی مل جاتی ہے، خدشہ ہے کہ یہ لوگ بعض پاکستانیوں کو اغوا کرتے ہیں اور نارگٹ کلنگ بھی کرواتے ہیں۔ کوئی دور تھا کہ کسی ملک کا سفارت کار سرکاری اجازت کے بغیر اسلام آباد سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

پاکستانی حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ اس لابیائی اور بے معنی جنگ سے دست بردار ہو کر اپنی مشرقی سرحدوں کی حفاظت کریں جہاں بھارتی افواج اپنے مذموم عزائم کے ساتھ ہمہ وقت موجود ہیں۔



کرپشن کے الزام میں بھارت کے نائب وزیر خارجہ فارغ

انڈین پریمیر لیگ یعنی آئی پی ایل میں ”زن“ اور ”زر“ کے معاملہ میں بھارت کے نائب وزیر خارجہ ششی تھروور کو کا مینہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔ دراصل انڈین کانگریس کی پارٹی لیڈر مسز سونیا گاندھی اور بھارت کے وزیر اعظم منموہن سنگھ نے ان پر زبردست دباؤ ڈال کر استعفیٰ لے لیا ہے جبکہ ششی تھروور کی طرف سے دیا جانے والا یہ استعفیٰ بھارت کی خاتون صدر پرتیبا پٹیل نے بڑی عجلت میں منظور بھی کر لیا ہے۔

بھارت کے سرکاری ذرائع ابلاغ نے ایوان صدر کے حوالے سے بتایا ہے کہ صدر مملکت جمہوریہ بھارت پرتیبا پٹیل نے وزیر اعظم کی سفارش کی بنا پر ششی تھروور کے استعفیٰ کی منظوری میں ذرا ہیر پر نہیں کی حالانکہ وہ اس وقت دارالحکومت دہلی میں موجود نہ تھیں اور پونا کے سرکاری دورہ پر تھیں۔ ششی تھروور کا استعفیٰ موصول ہوتے ہی فوری طور پر انہیں پونا پہنچایا گیا جہاں انہوں نے یہ استعفیٰ بغیر کسی تاخیر کے منظور کر لیا۔

نائب وزیر خارجہ ششی تھروور پر آئی پی ایل میں 70 کروڑ نمبن کا الزام تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ششی تھروور نے آئی پی ایل میں سرمایہ کاری کر رکھی تھی۔ علاوہ ازیں دوسری وجہ یہ ہے کہ ششی تھروور نے اجازت کے بغیر تیسری شادی کر رکھی تھی۔ حکمران جماعت کانگریس کو ان الزامات کی وجہ سے اپوزیشن جماعتوں کی طرف سے کڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ دراصل بی جے پی اور کیونست پارٹی نے ان کے استعفیٰ کا مطالبہ کر دیا تھا۔ بھارتی حکمران جماعت نے اسے اپنی بدنامی پر محمول کرتے ہوئے ششی تھروور کو کا مینہ سے برطرف کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ششی تھروور نے اپنے دفاع میں وضاحتیں اور دلائل پیش کئے لیکن ڈاکٹر منموہن سنگھ نے تمام وضاحتیں مسترد کر دیں جس کے بعد انہوں نے استعفیٰ پیش کر دیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ششی تھروور خاتون دوست سندھ پشکر نے ستر کروڑ روپے واپس کرنے کی پیشکش کی تھی جسے حکومت نے قبول نہ کیا اور

وہ استغنیٰ دینے کے مطالبہ پر اڑی رہی۔ یاد رہے کہ سسٹم پشنگ ایک پروفیشنل خاتون ہیں لیکن حسن و جمال کے اعتبار سے خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ نائب وزیر خارجہ ششی تھور سے ان کی محبت اور دوستی کی کہانیاں عام مشہور تھیں۔ بعض معترضین کا خیال ہے کہ انہوں نے باہم شادی کر رکھی تھی۔ خوب صورت خاتون سسٹم پشنگ کا کہنا ہے کہ ستر کروڑ کے الزام سے انہیں شدید دکھ اور رنج پہنچا ہے اور کچھ غلطیوں نے اس کی ساکھ کو محض اس لئے نقصان پہنچایا ہے کہ وہ ایک عورت ہے۔

بہر حال اس واقعہ کا اگر پاکستان کے ستر وفاقی وزراء کے رویہ سے مقابلہ کیا جائے تو شدید حیرانی ہوتی ہے۔ پاکستان کی بھاری بھر کم کابینہ میں ماشاء اللہ ایسے وزراء بھی موجود ہیں جن پر کرپشن تو کیا قتل کے الزامات بھی موجود ہیں لیکن وہ دن دباڑے ”دنڈا تے“ پھرتے ہیں اور انہیں این آر او کے بحال ہو جانے کے باوجود پکڑے جانے کا کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ یاد رہے کہ این آر او پشگل ری کنسلنٹی ایش آر ڈی منس (قومی مقامی آر ڈی منس) ہے۔ سابق صدر جنرل (ر) مشرف اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے درمیان اس بارے میں ایک معاہدہ طے پایا تھا اور اس کے تحت نصرت بھٹو، بے نظیر بھٹو، آصف زرداری اور ان کے تمام ساتھیوں کے خلاف تمام سنگین مقدمات بیک جنبش قلم ختم کر دیئے گئے تھے۔ اس حکم کے تحت معافی پانے والوں کی تعداد سات ہزار افراد سے بھی زائد ہے۔ یہ لوگ چشم زدن میں ”گڑگا جمن“ کے پانی سے نہا کر پاک و صاف اور پوتر ہو گئے، جب کہ ان میں سے اکثر و بیشتر کے خلاف اربوں اور کروڑوں روپے کے مقدمات درج تھے۔ سپریم کورٹ نے حال ہی میں این آر او کو بحال کر کے تمام مجرموں کی سزائیں بھی بحال کر دی تھیں لیکن حکومت ہے کہ لیت و لعل سے کام لے رہی ہے اور مظلوم کو بجائے گرفتار کرنے اور سزا دینے کے انہیں جیلوں بہانوں سے رہا کر رہی ہے اور اس طرح عدلیہ کا ”نداق“ اڑایا جا رہا ہے۔

☆☆☆☆

بجلی کی لوڈ شیڈنگ اور راجہ پرویز اشرف

پاکستان بھر میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے خلاف مظاہرے جاری ہیں، ہڑتالیں ہو رہی ہیں، سڑکیں بلاک ہیں لیکن وفاقی وزیر پانی و بجلی کے سرپرچوں تک نہیں ریگ رہی، وطن عزیز کا ہر شہری پریشان ہے۔ تاجر پیشہ لوگ، صنعت کار، بے حال اور ان سے وابستہ لاکھوں مزدور بیکار اور بے روزگار ہیں۔ تمام کارخانے بند ہیں، کیونکہ نہ بجلی دستیاب ہے اور نہ گیس ہی ملتی ہے۔

در اصل بجلی کی کمی کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اصل پریشانی کا سبب بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی غیر منصفانہ تقسیم بھی ہے، راجہ پرویز اشرف کے اپنے شہر گوجران میں صرف دو گھنٹے لوڈ شیڈنگ کی جاتی ہے۔ اسی طرح اسلام آباد میں چار گھنٹے اور وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی کے شہر میں بھی صرف چار گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ پنجاب کے حصے کی ایک ہزار میگا واٹ بجلی کراچی کو دی جا رہی ہے جس کا نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ پنجاب کے تمام شہر اور قصبے بارہ سے سولہ گھنٹے اور دیہات اٹھارہ تیس گھنٹے تک لوڈ شیڈنگ کا شکار ہیں۔ صنعتی علاقے اکثر و بیشتر بجلی سے محروم ہیں۔ پنجاب کے تمام گلی، کوچوں اور بازاروں میں لوگ حکمرانوں کا ماتم کر رہے ہیں، نائیروں کو آگ لگا کر احتجاج کیا جا رہا ہے، مارکیٹوں اور فیکٹریوں کو تالے لگ چکے ہیں، لاکھوں افراد بے روزگار ہو گئے ہیں لیکن حکومت ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی، اسے کوئی پروا ہی نہیں۔

فیڈرل وزیر راجہ پرویز اشرف کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ ایشیائی ترقیاتی بنک کی چشم کشار پورٹ کے باوجود کمشن اور لگ بیکس کے لالچ میں ریٹیل پاور ہاؤسز کی تنصیب کے گن گائے جا رہے ہیں جن کی تنصیب سے بجلی بائیس سے چوبیس سینٹ مہنگی ہو جائے گی۔

ایران صرف 6 سینٹ پر دو ہزار میگا واٹ بھی فراہم کرنے کو تیار ہے بلکہ انفراسٹرکچر کے قیام کے لئے مالی امداد بھی دینے پر راضی ہے۔ ایران پاکستان کی سرحد تک ٹرانسمیشن لائن بچھا چکا ہے لیکن غالباً امریکہ بہادر کے خوف سے پاکستان معاہدہ ہو جانے کے باوجود ایران سے بجلی لینے کو تیار نہیں۔ چین اور ترکی بھی پیش کش کر چکے ہیں شاید ان ملکوں سے بھاری کمیشن ملنے کی توقع نہیں۔

بجلی کے ماہر انجینئرز کا کہنا ہے کہ ایک ریٹیل پاور اسٹیشن کی قیمت کے نصف سرمایہ کے خرچے سے پاکستان کے تمام قہرل پاور اسٹیشنز نہ صرف مرمت کئے جاسکتے ہیں بلکہ جن آبی پیز کے جو بقایا جات واجب الادا ہیں، وہ بھی ادا کئے جاسکتے ہیں۔

واپڈا کے سابق ممبر پاور سید تنظیم حسین نقوی بار بار اعلانات کر رہے ہیں کہ ”لوڈ شیڈنگ محض ڈرامہ ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اس سارے سسٹم کو دو تین ماہ میں درست کر سکتے ہیں۔ اگر حکومت مخلص ہے تو آخر انہیں کیوں موقع فراہم نہیں کیا جاتا؟

ماہر انجینئرز اور سابق چیئرمین واپڈا انٹس الملک نے کئی بار واضح اعلان کیا ہے کہ کالا باغ ڈیم تعمیر نہ کرنا ملک دشمنی کے مترادف ہے، اس

لئے حکومت کو چاہیے کہ وہ کالا باغ ڈیم تعمیر کرے اس کے انفراسٹرکچر پر اب تک دو ارب خرچ کئے جا چکے ہیں۔ قوم و ملک یہ ضیاع برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے اب اسے تعمیر ہی کرنا ہوگا۔ حال ہی میں وزیر دفاع نے انکشاف کیا ہے کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں بعض غیر ملکی طاقتیں ملوث ہیں۔

وفاقی وزیر پانی و بجلی راجہ پرویز اشرف حالیہ ”کرغزستانی کے انقلاب“ سے عبرت سیکھیں۔ عوام جب میدان میں نکل آتے ہیں تو پولیس ان کے سامنے ٹھہر سکتی ہے اور نہ فوج، انقلاب ایران نے بھی یہ ثابت کر دیا تھا کہ عوامی قوت کے سیل رواں کے سامنے کوئی بھی ٹھہر نہیں سکتا۔ بقول علامہ اقبال علیہ الرحمۃ ہے۔

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

☆☆☆

عیسائی چرچ۔۔ گناہوں کے اڈے

آپ یہ سن کر حیران و پریشان ہوں گے کہ مغربی ممالک میں عیسائیوں کے چرچ گناہوں کے اڈے بن چکے ہیں۔ کئی عشروں سے امریکہ، یورپ، آئرلینڈ اور برازیل سمیت تمام مغربی ممالک میں دنیائے عیسائیت کے پادریوں اور روحانی پیشواؤں نے کسن بچوں اور معصوم لڑکیوں سے وسیع پیمانے پر جنسی زیادتی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں کی عبادت گاہیں یعنی تمام چرچ اور کلیسا گناہوں کے مراکز اور اڈوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ لوگوں کو پاکیزہ زندگی گزارنے کا درس دینے والے ”پادری“ خود بے راہ روی اور جنسی خرابی، بے اعتدالی اور بے حیائی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ وہی کن جو دنیاے عیسائیت کے تمام گرجاؤں کا بہت بڑا مرکز شمار کیا جاتا ہے، وہ ان بدکردار مذہبی پیشواؤں کے خلاف کسی قسم کی تادیبی کارروائی کرنے پر تیار نہیں۔

امریکی جریدے نیویارک ٹائمز نے اپنی تازہ ترین تحقیقاتی رپورٹ میں لکھا ہے، چند جرات مند عیسائی خواتین نے جب ان جنسی زیادتیوں کے خلاف پاپائے روم سے احتجاج کیا تو انہیں نہ صرف ڈرایا دھمکایا گیا بلکہ ان کو سختی سے منع کیا گیا کہ وہ حقائق کا انکشاف کر کے مذہبی رہنماؤں کو بدنام نہ کریں۔ ہوشن کے کارڈینل، ممبر ٹومیڈ پروس کو ایک خاتون نے اپنے خاندان کے 6 بچوں کے ساتھ زیادتی کے بارے میں آگاہ کیا تو اس نے جواب میں لکھا:

”آپ اس بات پر یقین رکھیں کہ ہم رسماً گناہ قبول نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ بس ہم بخوبی تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں گناہ گاروں سے پیار اور محبت کرنا چاہیئے۔“

عیسائی پیشواؤں کی طرف سے ”میری“ نامی ایک اور خاتون کو بھی اسی قسم کا جواب دیا گیا۔ رپورٹ کے مطابق گزشتہ 40 برس سے آئرلینڈ میں کارڈینل سین براؤی نے 15 ہزار سے زیادہ بچوں کے ساتھ زیادتی کی لیکن اس کارڈینل کی معزولی کے لئے پیش کی گئی تمام درخواستوں کو بڑے پادریوں نے یکسر مسترد کر دیا۔ نیویارک ٹائمز کی شائع شدہ اس سٹوری کے بعد جب وہی کن کے موجودہ پاپائے اعظم بینیڈکٹ کٹ جو اس وقت کارڈینل جوزف ریٹی کنز کہلاتے تھے، 200۔ بہرے بچوں سے زیادتی کرنے والے ایک پادری کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ذرائع ابلاغ پر برس پڑے اور کہا کہ ”مذہب کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ مذہبی مبلغین اور مقتدر عقیدہ لوگوں پر الزامات لگا کر معاشرے میں خوف و ہراس پھیلا دیا جائے۔“

اس کے علاوہ وہی کن سے متعلق لوگ پوپ کو اس حوالے سے مطمئن کرنے پر پریس کے سخت خلاف ہیں۔ وہ سارا الزام میڈیا پر دھر دیتے ہیں اور اپنے پیشواؤں کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ”ان لوگوں سے بھی پیار کرو۔“ اس سلسلہ میں تحقیقات اور ریسرچ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ امریکہ اور یورپ کے آزاد خیال معاشرے میں بے راہ روی کی شرح بے انتباہ ہے اور چرچ میں ہونے والی بے راہ روی اور جنسی آلودگی بھی اسی تناسب سے بہت زیادہ ہے۔

تازہ ترین خبر یہ ہے کہ وہی کن کے پوپ اعظم بینیڈکٹ نے 50 کارڈینلوں کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اس امر کا اعتراف کیا کہ ”وہ نجی اور گناہ گار چرچ کی سربراہی کر رہے ہیں۔“ انہوں نے کہا کہ ”میں نے اپنے 5 سالہ دور میں چرچ کو گناہوں کے اڈوں کے طور پر پایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پادریوں کے خلاف بہت سے سکینڈلز سامنے آتے ہیں۔“

انہوں نے یہ بات ایک کارڈ کی شکل کے خلاف سامنے آنے والے جنسی سیکنڈل کے بارے میں فیصلہ کرنے والے 50 کارڈ کی میز کے اجلاس میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ”وہ جانتے ہیں کہ ایسے سیکنڈل کے دائرے میں صرف یہی کارڈ بیل نہیں آتا بلکہ تمام کارڈ میز اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ محض ایک کارڈ بیل کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ کارڈ میز کے کالج کی عزت کا سوال ہے۔ اس سے ایک نہیں تمام کارڈ میز کی عزت پر حرف آیا ہے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے ہمیں اقدامات کرنا ہوں گے۔“

پچھلے دنوں بی بی سی اور دنیا کے دوسرے نیوز میڈ ورکس پر جرمنی کے پادریوں کی دیدہ وینی اور راہباؤں کو بے آبرو کرنے کی تفصیلات منظر عام پر آئی ہیں۔ کچھ سال پہلے روم کے سب سے بڑے کلیسا کے تہ خانوں سے نومولود بچوں اور بچیوں کی ہزاروں کھوپڑیاں اور ڈھانچے ملے جو عیسائی مت کے اسی سب سے بڑے کلیسا میں مصروف تبلیغ، ہزاروں راہباؤں (Nuns) اور مقدس پادریوں کی ان جنسی کرتوتوں کی پردہ دری کر گئیں جن پر جانے کتنے برسوں سے پردہ پڑا ہوا ہے۔

یہ ہے تہذیب و تمدن کے علمبردار اہل مغرب کے مذہبی رہنماؤں اور روحانی پیشواؤں کے گھناؤنے جنسی جرائم کی ایک ہلکی سی تصویر۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عام معاشرے میں ہکا بکا قدر ہوگا اور اس کی شرح کیا ہوگی؟ ستم ظریفی یہ ہے کہ روحانی پیشواہرائی کو برائی کہنے پر تیار نہیں بلکہ احتجاج کرنے والوں کو الٹا مطعون کرتے ہیں اور ڈراتے دھمکاتے ہیں۔ کسی نے کہا تھا:

چون کفر از کعبہ ”برخیزد“ کجا ماند مسلمان

اس مصرعہ کو بغیر ادنیٰ اس طرح کہا جاسکتا ہے:

چون کفر از ”گر جا“ برخیزد کجا ماند عیسائیت

☆☆☆

یورپ میں آتش فشاں کی راکھ سے بحران

گزشتہ دنوں آئس لینڈ کے آتش فشاں پھٹنے اور اس سے اٹھنے والے گرد و غبار کے بادلوں کے باعث نصف دنیا کے ہوائی سفر معطل ہو کر رہ گئے۔ یورپ کے علاوہ ایشیا سے آنے والی پروازیں بھی متاثر ہوئیں۔ لاکھوں کی تعداد میں مسافر ہوائی اڈوں میں پھنس گئے۔ مسافروں کو ہوٹلوں میں ٹھہرائے جانے کے باعث فضائی کمپنیوں کو شدید مالی خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ کمپنیوں نے یورپ جانے والے مسافروں کی بکنگ ہی بند کر دی۔ اندازہ ہے کہ فضائی کمپنیوں کو 80 کروڑ ڈالر سے زیادہ کا نقصان برواشت کرنا پڑے گا۔

پاکستان، بھارت اور متحدہ امارات کی قومی فضائی کمپنیوں نے بھی یورپ اور شمالی امریکہ کے لئے پروازوں کا سلسلہ بند کر دیا۔ کینیڈا کے وزیر اعظم نے روس کا دورہ منسوخ کر دیا۔ یورپ میں آتش فشاں کے دھوکے کے باعث ایران میں منعقد ہونے والی تخفیف اسلحہ کانفرنس بھی متاثر ہوئی۔ متعدد ممالک کے وزرائے خارجہ تہران نہ پہنچ سکے۔ امریکی صدر اوباما نے پولینڈ کا دورہ منسوخ کر دیا۔ اس طرح 48 ممالک کے رہنما پولینڈ کے صدر کی آخری رسومات میں شرکت نہ کر سکے۔

اے ایف پی کے مطابق یورپ کو فضائی بحران کے باعث اربوں یورو کے نقصان کا سامنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گرد و غبار میں شیشے اور ریت کے ذرات شامل ہیں جو جہازوں کی مشینری کو جام کر سکتے تھے۔

پولینڈ کے صدر کی آخری رسومات میں شامل ہونے کے لئے جانے والے امریکی و فرانسیسی صدور کے علاوہ پاکستان کے وزیر دفاع احمد مختار بھی شامل ہیں۔ مزید براں وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی نے فرانس، بیلجیئم اور سپین کا دورہ بھی منسوخ کر دیا ہے۔

حیران کن امر ہے کہ عہد حاضر میں سائنس بے پناہ ترقی کر چکی ہے اور حضرت انسان چاند کیا، مریخ تک کے دورے کر رہا ہے اور آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے لیکن وہ اس قدر بے بس اور مجبور محض ہے کہ ایک آتش فشاں کے گرد و غبار اور ذرات نے نصف سے زائد دنیا کی پروازوں کو منسوخ کر دیا ہے اور لاکھوں مسافر بے بسی کی حالت میں ائیر پورٹس پر پریشان حال پڑے رہے۔ سائنس کی محیر العقول تمام ایجادات اور ترقی دہری کی دہری رہ گئی ہے۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ اپنے محیر العقول کرشموں سے حضرات انسان کو یاد دلاتا اور باور کراتا رہتا ہے کہ اس کی قدرت و عظمت کے سامنے انسان کچھ بھی نہیں، وہ ایک ذرہ محض ہے، اس لئے اسے چاہئے کہ وہ اپنے رب اور خالق کو ہر لمحہ یاد رکھے جو کسی وقت بھی، کچھ بھی کر سکتا ہے اور اس کی حرکات و سکنات کو مفلوج کر سکتا ہے، لیکن انسان ہے کہ فرعون بنا ہوا ہے اور خدائی زمین پر نقل و عمارت اور ظلم و جور کئے جا رہا ہے اور فساد

عن ابی ہریرہ ؓ قال کنا قعوداً حول رسول اللہ معنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما فی نفر فقام رسول اللہ ﷺ من بین اظہرنا فابطاً علینا و خشینا ان یقطع دوننا و فزعنا و قمنا فکنت اول من فزع فخرجت ابغی رسول اللہ ﷺ حتی اتیت حائطاً للانصار لبني النجار فدرت بہ هل اجد لہ باباً؟ فلم اجد فاذا ربیع یدخل فی جوف حائط من سیر خارجه و الربیع الجدول فاحتفزت فدخلت علی رسول اللہ ﷺ فقال ابو ہریرہ ؓ فقلت نعم یا رسول اللہ ﷺ قال ما شأنک قلت کنت بین اظہرنا فقممت فابطاً علینا فخشینا ان تقطع دوننا ففزعنا فکنت اول من فزع فاتییت هذا الحائط فاحتفزت کما یحتفز الثعلب و ہولاء الناس و رآء ى فقال یا ابا ہریرہ ؓ واعطانی نعلیہ قال ہب بنعلی ہاتین فمن لقیتم من وراء هذا الحائط یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ فبشرہ بالجنة فکان اول من لقیتم عمر فقال ماہاتان النعلان یا ابا ہریرہ ؓ قلت ہاتین نعلار رسول اللہ ﷺ بعثنی بہما من لقیتم یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ بشرتہ بالجنة قال فضرب عمر بیدہ بین یدیی ضربۃ فخررت لاستی فقال ارجع یا ابا ہریرہ ؓ فرجعت الی رسول اللہ ﷺ فاجہشت بکاء و رکبنی عمر فاذا ہو علی اثری فقال رسول اللہ ﷺ مالک یا ابا ہریرہ ؓ قلت لقیتم عمر فاخبرتہ بالذی بعثنی بہ فضرب بین یدیی ضربۃ خرت لاستی قال ارجع قال رسول اللہ ﷺ یا عمر ما حملک علی ما فعلت قال یا رسول اللہ ﷺ بابی انت و امی ابعت ابا ہریرہ بنعلیک من لقی یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ بشرہ بالجنة قال نعم قال فلا تفعل فانی اخشی ان یتکل الناس علیہا فخلہم یعملون فقال رسول اللہ ﷺ فخلہم . (رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف، حدیث نمبر ۳۹، صفحہ ۱۹)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ دفعۃً رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور واپسی میں کچھ تاخیر فرمائی۔ ہم ڈر گئے کہ آپ ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔ پس ہم گھبراہٹ میں کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے پریشان ہونے والا میں تھا، سو میں حضور ﷺ کی تلاش میں نکل پڑا، یہاں تک کہ بنی نجار کے ایک باغ میں جا پہنچا۔ سو میں گھوما کہ کوئی دروازہ مجھے مل جائے لیکن مجھے کوئی دروازہ نہ ملا، ہاں ایک چھوٹی سی نالی دیکھی جو باغ میں سے باہر نکلتی تھی تو میں سکر کر اس نالی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ”ابو ہریرہ ؓ“

میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ

”فرمایا“

”تم کیسے؟“

عرض کی:

آپ ہمارے درمیان تھے پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے، واپسی میں تاخیر فرمائی، ہم گھبرائے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے پس ہم گھبراہٹ میں اٹھے اور سب سے پہلے میں ہی پریشان ہونے والا تھا پس میں اس دیوار کے پاس آیا اور لومڑی کی طرح سکر کر اندر داخل ہو گیا باقی لوگ میرے پیچھے ہی ہیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”ابا ہریرہ ؓ“

ساتھ ہی مجھے اپنے نعلین عطا فرمادیئے

پھر۔۔۔

فرمایا

یہ میرے نعلین لے کر جاؤ اور اس دیوار کے باہر جو بھی تجھے سچے دل سے ”لا الہ الا اللہ“ کہتا ہو املے اسے جنت کی بشارت دے دو۔

پھر ایسا ہوا

کہ سب سے پہلے مجھے حضرت عمر ؓ ملے

اور فرمایا

ابو ہریرہ! ”یہ نعلین کیسے ہیں؟“

میں نے کہا:

”یہ نعلین حضور ﷺ کے ہیں اور مجھے دے کر آپ نے بھیجا ہے کہ میں جس سے بھی ملوں اس حال میں کہ وہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو میں اسے جنت کی بشارت دے دوں۔“

”حضرت عمر نے میرے سینے پر زور سے ایک ہاتھ مارا جس سے میں پیٹھ کے بل گر گیا۔“

اور فرمایا:

واپس چلے جاؤ

میں واپس حضور ﷺ کے پاس لوٹ کر گیا اور روتے ہوئے عرض کی جبکہ حضرت عمرؓ میرے پیچھے ہی تھے اور میں دہشت زدہ روئے جا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا؟

ابو ہریرہ!

تجھے کیا ہوا؟

عرض کی:

مجھے حضرت عمرؓ نے اور میں نے انہیں خبر دی

جو آپ نے ارشاد فرمائی تھی

اس پر عمر نے میرے سینے پر مارا جس سے میں چت گر گیا اور مجھے واپس کر دیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا

عمر!

تمہیں ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟

عرض کرنے لگے:

یا رسول اللہ ﷺ!

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں

”کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین عطا فرما کر بھیجا تھا کہ جو بھی دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہوئے ملے اسے جنت

کی بشارت دے دو۔“

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”ہاں“

عرض کرنے لگے:

یا رسول اللہ ﷺ!

پھر تو لوگ توکل کرتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائیں گے اور عمل چھوڑ دیں گے، سو رہنے دیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اچھا پھر رہنے دیں“

اس حدیث شریف کی تشریح میں ہم چھپیس فوائد عرض کریں گے۔

پہلا فائدہ:

حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی عمیر تھا۔ خاندانی نام اگرچہ عبد القیس تھا۔ عمیر نام حضور ﷺ نے رکھا تھا۔

دوسرا قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن ہی میں ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ حضرت طفیل بن عمروؓ کی کوششوں سے بنی دوس میں

سلام پھیلایا۔ وہ لوگ جو حضرت کے ساتھ خیبر میں حضور ﷺ کے پاس پہنچے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ ان میں شامل تھے۔ حضور ﷺ کی دعا سے

آپ کی ماں مسلمان ہو گئیں۔ اس پر حضرت ابو ہریرہؓ بہت خوش ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بحرین کے عامل رہے۔

حدیث شریف کے سب سے بڑے حافظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور ﷺ نے حافظے کی دولت ان کی چادر میں ایسی ڈالی کہ چہرہ کو بات جو حضور ﷺ کی سیرت سے متعلق ہو آپ کو بھولتی نہیں تھی۔ آپ کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو ستر کے قریب ہے۔ حضرت عربی کے علاوہ فارسی زبان بھی خوب جانتے تھے۔ غلو ت جلتو میں آپ حضور ﷺ کے ساتھ رہتے۔ آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔ آل اطہار کے ساتھ خصوصی لگاؤ رکھتے تھے۔ ماں کی خدمت کی وجہ سے ساری زندگی حج نہیں کیا۔ فقر اور غنا دونوں حالتوں میں دست فیضی کو سکرانے نہ دیتے۔ آپ کے دست خوان پر مہمانوں کا جہوم رہتا۔ طبیعت میں انتہا درجہ زیادہ سادگی تھی۔ دراز گوش پر ہمیشہ معمولی عمدہ ڈال کر سوار کی کرتے۔ ایک مرتبہ کتان کے رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور ایک سے ناک صاف کی اور فرمانے لگے:

ابو ہریرہ!

آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو حالانکہ کل منبر نبوی اور حجرہ عائشہ کے درمیان غش کھا کر گرتے تھے اور گزرنے والے تمہاری گردن پر پاؤں رکھ کر کہتے تھے کہ ابو ہریرہ کو جنوں ہو گیا حالانکہ تمہاری یہ حالت صرف اور صرف بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی۔

دوسرا فائدہ:

حضور ﷺ سے آپ کے اصحاب جنوں کی حد تک محبت کرتے تھے۔ آپ کے جمال بے عدیل سے ہر وقت وہ نور کے جلووں کا اکتساب کرتے رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بھر کے لئے بھی ان کی نگاہوں سے ادھل جاتے تھے تو وہ مایہ بے آب کی طرح تر پڑتے، دیکھتے نہیں اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے اور تاخیر ہو جانے پر آپ کے اصحاب میں کس قدر تشویش ہوئی اور وہ سب بے تابانہ حضور اکرم ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عالم اضطراب یہ تھا تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی کیفیت کیا ہوگی۔

تیسرا فائدہ:

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اسلام سے اپنی والہانہ وابستگی اور حضور انور ﷺ کے جمال بے مثل پر فدا ہو جانے کے جذبے اور خدا و افہم و فراست کی بنا پر آل و اصحاب کی آنکھ کے تارے بن چکے تھے۔ دور رسالت اور سیرت طیبہ کی کوئی بھی روایت ہو تو اس میں شیخین کا تذکرہ کیا جاتا اور ان کی تائید، توثیق اور حمایت تسکین اور جمعیت ذہن و قلب کا ذریعہ سمجھی جاتی۔ زیر نظر حدیث میں بھی حضرات شیخین کا تذکرہ ایک خاص حسن اور سکت کی روشنی بانٹنا نظر آتا ہے۔

چوتھا فائدہ:

حدیث شریف کا مرکزی مضمون اور معنوی عمود ”کلمہ طیبہ“ پر دل و جان سے اعتقاد اور ایمان پیدا کرنا ہے۔ درس توحید کا نور قلب کی گہرائیوں میں راسخ کرنا ہے۔ اسلام کی راہوں میں خلوص اور اخلاص کی مشعل لے کر نکلتا ہے اور یہ بات اظہر من الشمس کرنا ہے کہ جیسے جسم روح کے بغیر کچھ نہیں ہوتا ایسے ہی مذہب عقیدہ کے بغیر بے جان مردہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ اسلام میں معاشرتی تعلیمات، معاشی اسباق، آئینی و فعات، اخلاقی عظمتیں اور روحانی سوغاتیں بہت کچھ ہیں لیکن ان سب کی بنیاد لا الہ الا اللہ ہے اور اس کلمہ کے معنی کہ اللہ کے سوا کوئی مبادت کے لائق نہیں، کارنگ زندگی کے ہر شعبہ میں لانا ہے۔

پانچواں فائدہ:

حدیث کے تعلق میں اعمال کی نفسیاتی اور روحانی بنیادیں بنادی گئی ہیں۔ مذہب کی ہر مشق اس وقت تک عبث رہتی ہے جب تک اعمال کے عقب میں لوگوں کے اندر قوت ارادی نہ پیدا کی جائے اور قوت ارادی پیدا کرنے کی آماجگاہ دل ہے اور دل چار چیزیں ضرور پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، اگر دل کی نسبت ایمان کے بنیادی مرائع کے ساتھ مضبوط ہو۔ پہلی چیز ارادہ، دوسری چیز اپنے ہدف تک رسائی کے فوائد پر یقین، تیسری چیز یکسوئی اور چوتھی چیز صفا اور محبت۔ زیر نظر حدیث میں رحمۃ اللعالمین آقا نے مسلمانوں کو نفسیاتی اور روحانی لحاظ سے مضبوط فرمادیا ہے۔

چھٹا فائدہ:

راہ طلب میں طالبین اور سالکین کو پیش آنے والی کیفیات مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ بظاہر وہ آدمی ایک ہی کام کر رہے ہوتے ہیں لیکن ہر ایک کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔ سوچ کے زاویوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ جان رحمت ﷺ کے ساتھ تعلق کے مناجات مختلف ہو سکتے ہیں دیکھتے نہیں عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ مخزن ایمان سے ایمان کا رشتہ دونوں کے ہاں مضبوط اور محکم ہے لیکن حالات کا تجزیہ کرنے کی قوتیں الگ الگ ہیں۔ ادراک کیفیت کا معیار ایک ہے لیکن ان کے شہون مختلف ہیں۔ عمر میں جلال ہے ابو ہریرہ میں جمال ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ میں دور تک دیکھنے کا آہنگ ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو جیسے کہہ دیا اس سے طلب نور کا جنون ہے۔ جمالیاتی اعتبار سے دونوں

صورتیں مٹھی ہیں لیکن لذت کے اعتبار سے ہر ایک میں ایک نیا معنی اور تازہ راحت موجود ہے۔

ساتواں فائدہ:

حدیث شریف بتاتی ہے کہ حضور ﷺ تنہا ہی ایک باغ میں تشریف لے گئے اور تہل اور خلوت، تفکر اور تملط حیرت کے لئے ہر ایک کو کچھ وقت کے لئے خود سے دور کر دیا۔ حضور ﷺ کی حکمتیں تو اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں لیکن حدیث میں پر تو سنت یہ ہوگا۔ افکار کے جانے، حکمتوں کے حاصل کرنے اور محبتوں کی یکسوئی کے لئے علیحدگی از حد ضروری ہے، خصوصاً روحانی ثمرات سے آگاہی کے لئے ضروری ہے کہ کچھ وقت سب سے کٹ کر سب سے الگ ہو کر گزارا جائے کہ نور کی رم جھم برستی بارش سے اخذ نفع اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے۔

آٹھواں فائدہ:

یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی تلاش ایک باغ تک جا پہنچے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا چیز تھی جو انہیں کشاں کشاں یہاں لے آئی۔ لگتا ہے حضور ﷺ جن راہوں سے گزر جاتے وہ راہیں بھی بدن اطہر سے صادر ہونے والی خوشبوؤں کے بو سے لیتیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ادراکات انتہائی حساس تھے، خصوصاً حضور ﷺ کی ذات اطہر کے تو وہ فدائے تھے اور آپ آقا بھی وہ تھے کہ جن راہوں کو نوازے تھے وہ حجر سلام کرتے اور ایک و مدد درود پڑھتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آج بخت نے ارجمندیاں دامان ابو ہریرہ میں ڈال دیں اور وہ سب سے پہلے وہاں جا پہنچے۔

نواں فائدہ:

حدیث بتاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے باغ کے اندر جانے کے لئے راستہ تلاش کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ صرف ایک چھوٹا سا راستہ پانی کی گزرگاہ تھی، آپ فرماتے ہیں: میں لومڑی کی طرح سکراندر چلا گیا۔ جمال بیان ادب کی عظمت سامع کے ذہن میں انڈیل دیتا ہے کہ یہاں وہ اپنے لئے استعارہ لومڑی کی طرح سکرنا استعمال کرتے ہیں معلوم ہوا استعارہ یا تشبیہ صرف کسی ایک علاقہ اور نسبت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا انسان تو اشرف المخلوقات ہے حضرت نے اپنے آپ کو لومڑی کی طرح کیوں کہا۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ لکھنؤ کو حضور ﷺ نے شیر کہا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا باپ کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مسکین کو جنت کی چڑیا سے تشبیہ دی، یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ اگر کوئی اپنے آپ کو سب رسول کہہ دے یا غوث پاک کا کتا تو تشبیہ صرف وفا کے لئے ہوگی، اللہ فہم نصیب فرمائے۔

دسواں فائدہ:

سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ کسی راستہ ہی سے باغ میں داخل ہوئے تھے اگر یہ ایسے ہی ہے تو پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو راستہ کیوں نہ ملا۔ جواب یہ ہوگا کہ شدت شوق انتظار کا قہر نہیں ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جلدی ہی تھی کہ فوراً حضور ﷺ کے پاس پہنچیں، سو آپ جلدی میں لومڑی کی طرح سکرے اور پانی کے راستے ہی سے باغ کے اندر داخل ہو گئے۔ اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کیا چیز آپ کو یہاں جلدی لے آئی؟ آپ نے فرمایا:

عجلت الیک رب تو ضعی

”میں نے جلدی تیری طرف اس لئے کی ہے کہ تو خوش ہو جائے۔“

وفد عبد القیس کے لوگ سوار یوں پر مدینہ النور کی طرف بڑھ رہے تھے، جب منزل قریب آئی تو سواریاں انہیں کمزور رفتار محسوس ہوئیں وروہ اپنی سوار یوں سے اتر کر خود حرم نبوی کی طرف دوڑ پڑے اور حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے شروع کر دیئے۔

گیارہواں فائدہ:

”غلین“ نعل کا تشبیہ ہے۔ یہ لفظ پاؤں کو محفوظ رکھنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ائمہ لغت نے کہا نعل وہ چیز ہے جو پاؤں کو زمین سے محفوظ رکھے، لغت کی کتابوں میں چمیل زمین، کمزور انسان، بیوی اور پاؤں کو مضرت سے بچانے کا معنی نقل کیا ہے۔ عرف میں نعل سے مراد پاؤں میں پہننے والا جوڑا ہی ہوتا ہے، جو تپہ پہننے والے شخص کو ”رجل ناعل“ کہتے ہیں۔ جو ہری نے لکھا ہے کہ نعل لفظ مونث استعمال ہوتا ہے۔

بارہواں فائدہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اذا نقطع شمس احکم فلیستر جمع فانما من المصاب

”جو تم میں کسی ایک کا تمہ ٹوٹ جائے وہ اتنا اللہ پڑھے کیونکہ یہ بھی مصائب میں سے ہے۔“

”شمس“ تسمہ کو کہتے ہیں۔ شمس اک اس تسمے کو کہتے ہیں جو نعل کے سامنے والے حصہ پر ہو۔ درمیانی انگلی اور اس سے متصل انگلی کے درمیان جو زمام ہوتی ہے اسے قبال کہتے ہیں۔

تیر ہواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین مبارکین دوزمام رکھتے تھے۔ جس چمڑے سے وہ بنے ہوئے تھے وہ بے بال تھے۔ آپ گاہے گاہے نعلین میں وضو فرما لیا کرتے تھے۔ آپ کے مبارک نعلین کا رنگ زرد تھا۔ (صفر السعاده/ جمع الوسائل فتح المعال، شرح شائل، اربعین)

چودھواں فائدہ:

ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

”پاؤں میں ہمیشہ جوتے پہنوا اور جب اتارو تو قدموں کی درمیان رکھو۔“

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ گدھے پر سواری فرماتے، اپنے نعل کو خود پیوند لگا لیتے، آپ اون کے کپڑے پہنتے اور فرماتے جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ مجھ میں سے نہیں۔“

پندرہواں فائدہ:

بزرگوں کے نعلین اٹھانا ہمیشہ طالبین کا بہترین طریقہ رہا اور اپنے نعلین کو خود پیوند لگانا عظمتیں تلاش کرنے کی راہ سمجھا جاتا رہا۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا:

اے امیر المومنین!

اگر آپ کو یہ بات خوش لگے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ ملاقات ہو تو جوتا خود گانٹو، امیدیں کم کر لو اور سیر ہو کر نہ کھاؤ۔

آپ نے فرمایا:

علی! کچھ اور بھی زائد راہ عطا کرو۔

سولہواں فائدہ:

ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے یا دونوں پہنے یا دونوں اتار دے۔“

ایک وجہ یہ ہے کہ وقار شخصی کے خلاف ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ دیکھ کر مذاق کریں گے اور وہ گناہ گار ہوں گے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جسم کا توازن خراب ہوگا جو امراض کا باعث بن سکتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ ایک جوتا پہن کر چلے ہیں، لیکن دونوں روایات میں تطبیق یہ ہوگی چنانچہ آپ کا خاصہ ہے اور ممانعت امہ کے لئے راہ عمل ہے۔

ستر ہواں فائدہ:

جوتا پہننے کے آداب یہ ہیں کہ جب جوتا پہنا جائے تو دائیں پاؤں سے شروع کیا جائے اور اتارتے ہوئے بائیں پاؤں سے ابتدا کی جائے۔ (ترمذی شریف)

اٹھارہواں فائدہ:

زرد رنگ کا جوتا پہننے کی فضیلت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا وہ ہمیشہ خوشیاں دیکھے گا۔

سبکی ابن کثیر فرماتے:

کالے رنگ کا جوتا پہننے سے باز آؤ اس لئے کہ اس سے غم بڑھتا ہے۔

انیسواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین کریمین کے تین نام تھے۔ معقبہ، محضرہ اور مجلسنہ، معقبہ جس کی ایڑی چوڑی تھی اور محضرہ جس کی کمر یعنی درمیانہ حصہ پتلا تھا اور مجلسنہ یعنی زبان کی طرح جوڑے کا ہونا آگے پتلا اور نرم ہونا۔

بیسواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین اٹھانے والے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے اسی لئے آپ کو ”صاحب النعلین“ کہا جاتا تھا۔

حضرت قاسم سے روایت ہے کہ

جب حضور ﷺ بیٹھے تو حضرت عبداللہ بن مسعود کھڑے ہو جاتے اور آپ کے جوڑے پاؤں سے اتارتے اور اپنی آستینوں میں ادب سے رکھ لیتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو حضرت عبداللہ ﷺ آپ کو نعلین پہناتے اور عصا پکڑ کر آپ کے ساتھ چلتے یہاں تک کہ آپ گھر تشریف لے جاتے۔

ایک سوال فائدہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کسی کارخیز کی طرف بڑھو تو ننگے پاؤں چل پڑو کیونکہ اس طرح چلنے والوں کو اللہ جوتے پہن کر چلنے والوں سے دو گنا اجر عطا فرماتا ہے۔ (تاریخ بغداد)

بائیسواں فائدہ:

حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نعلین کس حکمت کے تحت عطا فرمائے۔ محدثین نے جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

- ۱۔ جنت کے واجب ہونے کی خوشخبری بہت بڑی تھی اس لئے نشانی دی تاکہ بات پختہ ہو جائے۔
- ۲۔ جنت کے لئے لا الہ الا اللہ پڑھنا ہی کافی نہیں حضور ﷺ کی نعلین کی غلامی بھی ضروری ہے۔
- ۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دلجمعی کے لئے کہ وہ بہت بڑا پیغام لے کر جا رہے تھے اس لئے تسکین دل کے لئے اپنے نعلین عطا فرمادیئے۔
- ۴۔ روحانیت کی منزلیں طے کرنے کے لئے وسیلہ مرشد از حد ضروری ہے۔
- ۵۔ جس کو مرشد مانیں اس کے جوتے اٹھانا بھی ضروری ہے۔ خدمت کے بغیر کوئی جوہر ہاتھ لگتا نہیں۔
- ۶۔ خود مقام حیرت میں تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ویسے ہی پاس سے اٹھا دیتے تو شاید ان کا دل ٹوٹتا۔ آپ نے نعلین دیئے تاکہ کیفیت ان کے قلب و روح میں تسکین پانفتی رہے۔

۷۔ مالک ہیں جو مرضی میں آئے حکم دیں غلاموں کا کام اطاعت ہے۔

تیسواں فائدہ:

حضرت نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا کہ لوگوں میں عمل کی تحریک جاری رہے۔ نظام العمل کا قائم رہنا ہی قوموں کے لئے جان ہے۔

سی لئے حضور ﷺ نے فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ کو قائم رکھا۔

چوبیسواں فائدہ:

روحانیت میں قلبی حالت مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ حضور انور رضی اللہ عنہ کی بھی ایک کیفیت پہلے کی تھی اور ایک حضرت عمر کے تشریف لانے کے بعد کی۔ فائدہ دو حالتوں کے اپنی اپنی جگہ مسلمہ تھے لیکن آپ ﷺ مناسب یہی جانتا کہ ”خاصاں دی گل عامان آگے نئی مناسب کرنی“۔

پچیسواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین بطور تبرک سنبھال کے رکھنا، ان سے پیار کرنا اور ان کی توقیر اور عزت میں انتہائی اہتمام کرنا اسلاف کا بہترین عمل رہا۔ امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ عیسیٰ بن طلحہ ان فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو بے بال نعلین دکھائے جن کے دوزمام تھے اور پھر مجھ تک یہ بات پہنچائی کہ یہ نعلین حضور اکرم رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ بہترین دلیل ہیں نعلین کی عزت، کرامت اور سند پر زیر گفتگو حدیث بہترین دلیل ہے۔ نعلین تو عظیم سرمایہ ہیں اسلاف نے نقش نعلین سے بھی عشق کیا ہے۔

چھبیسواں فائدہ:

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے نعلین سے متعلق ایک خوبصورت بات لکھی ہے:

”اہل معرفت کا کہنا ہے کہ صانع کے وجود پر دو مقدمات سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ تمام عالم حادث ہے اور ہر حادث کے لئے موثر صانع ہونا لازمی ہے۔

یہ مقدمات عقل کے مقصود تک رسائی کے لئے نعلین کی مانند ہیں۔ جب اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے تو پھر ضروری ہے کہ ان مقدمات سے صرف نظر ہو جس قدر ادھر مصروفیت ہوگی معرفت سے استغراق سے محرومی ہوگی۔ موی علیہ السلام وادی مقدس میں حاضر ہوئے تو فرمایا دل کو نعلین سے فارغ کرو اب تم معرفت الہیہ کے سمندر میں ہو۔ انی انا ربک

یہ بات ”فاخلع نعلیک“ کی تفسیر میں رازی نے لکھی ہے۔“



جو سر پر رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور ﷺ

سیدنا حسن شاہ

والدین کی فرمانبرداری



صاحبزادہ حسنا ت احمد مرتضیٰ (جرمنی)

والدین کا وجود اولاد کیلئے ایک عظیم نعمت ہے۔ والدین ایک ایسی دولت ہیں جن کی دعائیں اور خوشیاں اولاد کے لئے ترقی کا باعث ہیں۔ ماں اور باپ اپنی اولاد کے لئے ہر مشکل اور تکلیف کو برداشت کرتے ہیں۔ اسلام نے انہی حکمتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔ انسان ساری زندگی بھی والدین کی خدمت پر مامور رہے پھر بھی وہ ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی و طاعت کے بعد والدین کا ذکر فرمایا ہے۔ والدین کی اطاعت کی جائے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آیا جائے۔ انکے آگے اف تک نہ کی جائے۔ ان کے ساتھ نرم لہجے کو اختیار کیا جائے۔ وہ کوئی سخت بات بھی کہیں تو پھر بھی ان کے ساتھ آہستہ انداز میں بات کی جائے۔ ان کو خوش رکھا جائے۔ ان کو ناراض و ناراحت نہ کیا جائے اس لئے کہ پیغمبر اعظم و آخر نے فرمایا:

رضی اللہ فی رضی الوالدین و سخط اللہ فی سخط الوالدین

”والدین کی خوشی و رضائیں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔“

گویا رضائے الہی کے حصول کے لئے والدین کی رضا اور خوشی ضروری ہے۔ کوئی شخص والدین کو ناراض و ناراحت کر کے رب کریم کو خوش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور تربیت کے لئے والدین کو وسیلہ بنایا ہے۔ ماں ایک مدت تک بچے کا بوجھ اٹھائے پھرتی ہے، حتیٰ کہ بچے کو خوراک بھی ماں کے پیٹ ہی میں ملتی ہے اور پھر جب اس کے وجود سے وہ جدا ہوتا ہے تو ایک ماں کس مرحلے سے گزرتی ہے؟ اس کیفیت اور تکلیف کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، البتہ اس تکلیف وہ مرحلے کو اس بات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اس حالت میں اگر ماں کی موت واقع ہو جائے تو اس کو شہادت کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ماں کے حق کو تین بار فرمایا۔ ملاحظہ ہو جب ایک صحابی نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ ”من احق الناس بحسن صحابتي؟ قال امك قال ثم من؟ قال ثم امك قال ثم من؟ قال ثم

امك قال ثم من؟ قال ثم ابوک“

”یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر لوگوں میں سے سب زیادہ کس کا حق ہے؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تیری ماں کا اس نے کہا پھر کس کا؟ پھر فرمایا تیری ماں کا، اس نے پھر پوچھا فرمایا تیری ماں کا، اس نے کہا پھر؟ آپ نے فرمایا تیرے باپ کا۔“

حدیث بالا میں تین بار سوال کرنے پر ماں کا حق بیان فرمایا اور پھر چوتھی بار باپ کا حق بتلایا۔ دوسری بات جو اس حدیث میں اہمیت کے ساتھ سمجھی جاسکتی ہے وہ یہ کہ جب سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ حق کس کا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ اللہ رسول کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق والدین کا ہے کہ ان کے ساتھ نیکی اور خیر کا رویہ اختیار کیا جائے۔

والدین کی فرمانبرداری اولاد کا حق ہے اور عبادت بھی ہے۔ والدین کی نافرمانی اور گستاخی گناہ ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے جناب رسالت مآب ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

الا ینبئکم با کبر الکبار الاشراک باللہ و حقوق الوالدین

اس حدیث میں شرک باللہ اور والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہ کہا گیا ہے، اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ اولاد کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ حقوق الوالدین کے اکبر الکبار سے محفوظ رہیں، بلکہ معراج کے احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے آگ کی شاخوں سے لٹکے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر جبریل سے پوچھا یہ کیوں لوگ ہیں؟ جبریل نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنی ماؤں اور باپوں کو برا بھلا کہتے تھے۔

آج والدین کے کاموں پر تنقید کرنے اور برا کہنے والوں کو سوچنا چاہئے، سمجھنا چاہئے کہ یہ کتنا برا کام ہے اور اس کی سزا کیا ملے گی؟ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ والدین کو گالی دینے والے کی قبر میں اسنے انگارے اترتے ہیں جس طرح بارش ہوتی ہے۔ بلاشبہ زمانے نے ترقی کی ہے، ماحول تبدیل ہوا ہے، قدامت کی جگہ جدت نے اختیار کی ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی والدین کی عزت و عظمت، مرتبہ و مقام اپنی جگہ پر مسلمہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، فلہذا والدین کو سادگی، جاہل ہونے کے طعنے دینے سے باز رہنا اولاد کی ذمہ داری ہے۔ اخلاقیات کا تقاضا بھی یہی ہے اور مسلمان ہونے کے ناطے اسلام کی تعلیمات کا درس بھی یہی ہے والدین سخت لہجہ بھی استعمال کریں تو ادب و احترام لازم ہے۔ اس حوالے سے قرآن کریم سورہ اسراء کی 23 اور 24 نمبر آیات کریمہ ملاحظہ ہوں۔ ”اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھے رہو اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے لئے زبان پر اٹھانے کا اور نہ ہی ان کو جھڑکنا اور ان کے لئے گفتگو میں ایسا لہجہ اپنانا جس میں عزت ہو اور ماں باپ کے سامنے

محرور و نیاز کا بازو پست رکھو اور نرمی اور رحمت سے پیش آؤ اور دعا کرو، اے میرے رب ان دونوں پر رحمتیں بھجھاؤ فرما جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھے پایا۔“

انسان کی زندگی میں مختلف مراحل ہوتے ہیں۔ کبھی جوانی، شباب اور کبھی بڑھاپا، کبھی وجود توانا و تندرست اور کبھی علالت و بیماری، کبھی طاقت و قوت اور کبھی ضعف و کمزوری۔ مختلف مراحل میں کیفیات بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ طبی حالات کی وجہ سے انسان کبھی غصہ اور سختی کا شکار بھی ہو جاتا ہے لیکن قرآن یہ سکھاتا ہے کہ والدین وہ تقدس والا رشتہ ہے جن میں بخشنی اور غصہ کا غلبہ ہو وہ ڈانٹ دیں یا سخت و درشت لہجہ اختیار کریں پھر بھی اف تک نہ کرو۔ ان کے سامنے ادب کا دامن نہیں چھوٹنا چاہئے ان کے سامنے عاجزی اختیار کرنے ہی میں بھلائی اور بہتری ہے۔

حضرت کعب الاحبار سے پوچھا گیا کہ والدین کی نافرمانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ”اگر والدین کسی حوالے سے قسم کھائیں تو ان کی قسم کو پورا نہ کرنا وہ حکم دیں تو حکم عدویٰ کرنا، اگر اس سے کچھ مانگیں تو ان کی بارگاہ میں وہ پیش نہ کرنا اور امانت رکھیں تو پورا نہ کرنا“ قرآن تو یہ بھی سکھاتا ہے کہ رب کی بارگاہ میں ان کے لئے دعا کرو، اس لئے کہ انسان پر جو والدین کے احسانات ہیں وہ انکا کسی بھی صورت حق ادا نہیں کر سکتا اس لئے ارحم الراحمین نے ارشاد فرمایا کہ تم پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں عرض کناں رہو،

رب رحمہما کما ربینہ صغیرا

”اے مولا میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت و مہربانی سے میری پرورش و تربیت کی تھی۔“

مستدرک للخاص میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا: چار قسم کے لوگ ہیں جو اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو جنت میں داخل نہ کیا جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کریں۔ شرابی، سودخور، ظلم سے متیم کا مال کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔

جنت میں جانے کے لئے تابع ہونا ضروری ہے، خصوصاً والدین سے معافی مانگنا اور ان سے اپنے حقوق جو ادا نہیں کئے معاف کرانا ضروری ہے۔ وہ لوگ جو والدین پر دوستوں اور بیویوں کو ترجیح دیتے ہیں، ان کے لئے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی مذاب ہوتا ہے، بلکہ آخری وقت یعنی مرتے دم بہت سختی اور مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اسی ضمن میں وہ معروف واقعہ جانا جاسکتا ہے، رسول

ﷺ کے زمانہ مبارک میں علاقہ نامی ایک نوجوان بیمار ہوا۔ علالت بڑھی حتیٰ کہ نزع کی کیفیت سے دوچار ہوا، اس کی بیوی جناب رسالت

ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، میرا خون نزع میں ہے۔ آپ ﷺ نے عمار، صہب اور بلال کو بھیجا کہ اس کو کھلے طیبہ کی تلقین کرو۔

چنانچہ یہ تینوں پہنچے تلقین کے باوجود اس کی زبان پر کھل جاری نہ ہوا۔ حضور ﷺ کو خبر دی گئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے والدین میں سے کوئی

زندہ ہے؟ بتایا گیا کہ اس کی ماں زندہ ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کو بلایا جائے اگر وہ نہ آسکے تو میں خود اس کے پاس چلا جاؤں گا۔ بوڑھی ماں

کو پیغام ملا۔ اس نے کہا میری جان آپ پر قربان ہو میں خود حاضر ہوتی ہوں۔ لائچی کا سہارا لئے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے

علاقہ کے بارے پوچھا اور فرمایا کہ کچھ کہنا اگر نہ وہی نازل ہو جائے گی۔ اس نے عرض کیا کہ نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے، صدقہ دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس سے ناراض ہوں۔ اس لئے کہ وہ مجھ پر اپنی بیوی کو ترجیح دیتا ہے اور میری نافرمانی

کرتا ہے۔ رسول کریم نے فرمایا کہ بلال لکڑیاں جمع کرو۔ علاقہ کی بوڑھی ماں نے عرض کیا کہ لکڑیاں کیوں جمع کروا رہے ہیں؟ فرمایا کہ آگ

میں علاقہ کو ڈالنا ہے۔ بوڑھیا نے عرض کیا کہ میرا بیٹا ہے میں اپنے سامنے اس کو جلتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ اس کو اس کیفیت میں، میں کیسے دیکھ

پاؤں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ بوڑھی ماں نے عرض کیا۔ میں علاقہ کو معاف کرتی ہوں۔ آپ نے

بلال سے فرمایا کہ دیکھو اس کی زبان سے کلمہ جاری ہوا ہے؟ اگر اس نے دل سے معاف کیا ہے تو کلمہ جاری ہوگا۔ علاقہ نے کلمہ پڑھا اور جان

جان آفریں کے سپرد کی، اس کی تلقین و تدفین ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ماں کے نافرمان پر لعنت ہوتی ہے، اس کی نمازیں روزے قبول

نہیں حتیٰ کہ وہ بارگاہ رب العالمین میں توبہ کرے اور ماں سے حسن سلوک کر کے اس کو ارضی کرے۔“

والدین کی ناراضگی سے توفیقات چھن جاتی ہیں بندہ خیر اور نیکی سے محروم ہو جاتا ہے۔ مندرجہ بالا واقعہ ہے یہ درس ملتا ہے کہ والدین پر

دوسرے رشتوں کو ترجیح نہیں دینی چاہئے۔ ہر شے کا اپنا ایک مقام ہے، ہر ایک کو اپنے مرتبہ و مقام پر رکھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور

انسان کو سرخروئی نصیب ہوتی ہے۔ خصوصاً والدین کے مرتبہ و مقام کا خیال رکھنا از حد لازم ہے۔ وہ لوگ جو والدین کو ناراض کرتے ہیں نزع

کے وقت بھی کرب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آخرت کی سختیوں سے بچنے کے لئے والدین کو راضی رکھنا ضروری ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے: ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر جہاد کی اجازت طلب کی۔ رسول کریم

نے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی۔ جی ہاں آپ نے فرمایا ان کی خدمت کرو دینی تیرے لئے جہاد ہے۔

ایک دوسری حدیث کے مطابق والدین کی خدمت کرنے والے کوچ اور عمرے کا ثواب بھی ارشاد فرمایا ہے۔

والدین کی خدمت اور اطاعت کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں نوازا جاتا ہے۔ حضرت سیدی غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی نے ماں کے حکم کے مطابق جھوٹ بولنے سے پرہیز کیا۔ بچہ کو اختیار کیا تو اس کی برکت سے ڈاکو تاب ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ کتنا عظیم ہے کہ نئی ماں کا حکم بھی فراموش نہیں کرتا اور ہم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بھی پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔

اسی طرح بخاری شریف کی ایک طویل روایت میں ہے کہ تین شخصیں بارش و طوفان کی وجہ سے اپنے سفر کو جاری نہ رکھ سکے تو ایک غار میں پناہ لی لیکن غار کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ اس بھاری پتھر کو ہٹانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ ہر ایک نے اپنے اچھے عمل کا وسیلہ پیش کر کے رب کی بارگاہ میں التجا پیش کی۔ ان میں سے ایک نے بارگاہ رب العالمین میں عرض کی کہ مولا میں نے والدین کی خدمت کی، اپنے بیوی بچوں پر والدین کی خدمت کو ترجیح دی، حتیٰ کہ ایک مرتبہ میں بکریاں چرا کر دیہ سے گھر آیا اور میں ہمیشہ پہلے اپنے والدین کو دودھ پیش کرتا ہوں، لیکن اس رات وہ سو گئے اور میں رات بھر کھڑا رہا۔ میرے ہاتھ میں دودھ تھا اور اس نیت سے منتظر رہا کہ والدین جب بھی جاگیں گے میں ان کو پیش کروں گا۔ میرے بچے انتظار کرتے کرتے سو گئے لیکن میں رات بھر کھڑا رہا۔ مولا اس خدمت والدین کا وسیلہ دعا قبول فرما۔ والدین کی خدمت کے وسیلے سے دعا نے اپنا اثر دکھایا اور قبولیت کے بعد ان کے لئے آسانی پیدا ہوئی۔ والدین کے وسیلے سے دعا کرنا قبولیت کی علامت ہے۔ اسی طرح والدین کی محبت سے زیارت کرنا عبادت ہے، بہت ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

النظر الى الوالد عبادة، والنظر الى الكعبة عبادة، والنظر في المصحف عبادة والنظر الى اخيك حبا في الله عبادة

اس حدیث میں والد کو دیکھنے کو عبادت فرمایا گیا ہے جبکہ ایک دوسری حدیث میں جمعہ والے دن والدین یا دونوں میں سے ایک کی زیارت کرنے والے کے لئے مغفرت کی بشارت سنائی گئی ہے اور اس کو نیکو کاروں میں لکھا جاتا ہے۔ ہمارے اکابرین والدین کی خدمت کرنے کو ترجیح دیتے رہیں ہیں اس کی واضح مثال عاشق صادق حضرت اویس قرنیؓ کی ہے۔ محبت رسول اور عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لیکن والدہ کی خدمت میں حاضری کی وجہ سے شرف صحابیت حاصل نہ کر سکے۔ ایک بار بارگاہ رسالت میں حاضر بھی ہوئے لیکن حکم یہ تھا کہ اگر ملاقات و زیارت ہو جائے تو ٹھیک ہے اگر آپ ﷺ کہیں دور تشریف فرما ہوں تو انتظار رکھے بغیر واپس آ جانا اور پھر والدہ محترمہ کے حکم کے مطابق بغیر انتظار اور بغیر ملاقات کے واپس والدہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

میرے مرشد کریم مفسر قرآن علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ جو شخص چار امتحانات میں کامیاب ہو گیا تو ہر کامیابی اس کا مقدر بن جائے گی ان چار شخصیات میں (ایک والدہ محترمہ دوسرا والد بزرگوار تیسرا استاد اور چوتھا پیر و مرشد۔ ان کو راضی رکھنا، خوش رکھنے میں) انسان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا پیغام ہے۔

والدین عظیم دولت اور نعمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور والدین کی دعائیں حاصل کر کے دین و دنیا میں کامیابیاں نصیب فرمائے اور جب وہ اس جہاں فانی سے رخصت ہوں تو پھر بھی ان کے لئے دعا اور صدقہ جاریہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ رب کریم اپنے محبوب بندوں کے وسیلہ و جلیلہ سے ہمیں والدین کی رضا نصیب فرمائے اور ان کی خدمت بجالا کر اپنی اور اپنے محبوب کی خوشنودی نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین۔

درگاہِ حدیث لاہور



رپورٹ: ڈاکٹر منظور حسین اختر

لاہور میں شاہ جی کے درس حدیث کا اعلان سن کر جتنی خوشی ہوئی اس کا اظہار شاید الفاظ میں ادا نہ ہو سکے۔ بہت عرصہ سے دینی فضا میں خاموشی کسی ایسی ہی بڑی تقریب کا تقاضا کر رہی تھی۔ راولپنڈی کے سنگی بہت خوش نصیب ہیں جنہیں شاہ جی کے اوائل کا زمانہ نصیب ہوا جب شاہ جی فردا فردا توجہ سے نوازا رہے تھے، مگر ہمارے لئے شاہ جی کا ذاتی و دینی مصروفیات، ناسازی طبع اور پوری دنیا میں جماعت اہل سنت کی ذمہ داریوں کے باوجود لاہور میں جمعہ کا خطبہ، ہفتہ وار اور ماہانہ محافل و ذکر میں تشریف لانا بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی تو ہے۔ ہر انگریزی مینی کی دوسری جمعرات کو ہونے والی ماہانہ محفل و ذکر میں دعوت عام کا خاص اہتمام نہیں کیا جاتا مگر اس درس حدیث میں دعوت عام کی اجازت پا کر دل بہت خوش ہو رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سنگی نے اپنی بساط کے مطابق دعوت دینے کے فرائض ادا کئے۔ دعوتی کارڈ کے علاوہ sms، e-mail، پریس ریلیز اور موبائل فون ایسے پیغام رسانی کے جدید طریقے نہایت کارگر ثابت ہوئے۔ ہر خاص و عام کو دعوت دی گئی جس کا پھل درس حدیث کی تقریب میں لوگوں کے اژدھام کی صورت میں واضح نظر آ رہا تھا۔

8۔ اپریل 2010: جمعرات کی رات اتفاق مسجد ماڈل ٹاؤن کی گراؤنڈ لوگوں سے کچا کھج بھر چکی تھی۔ تفریب انتہائی سادگی اور وقار کی آئینہ دار تھی۔ گراؤنڈ کی زمین پر ہی سٹیج بنایا گیا تھا جو کہ سادگی اور خوبصورتی کا حسین امتزاج پیش کر رہا تھا۔ سٹیج پر صرف شاہ جی کی مسند حدیث رکھی ہوئی تھی۔ پھولوں اور گلاب کی پتیوں سے سجے اس سٹیج پر کوئی نمائش شخص موجود نہ تھا۔ کسی سٹیج سیکرٹری کے بھاری بھر کم تمہیدی کلمات کے بغیر ہی قراء و نعت خواں حضرات تشریف لاتے رہے حتیٰ کہ شاہ جی نے اپنے اعلان کی اجازت بھی نہ دی اور خود ہی سادگی اور وقار سمیت ہر خوبی سے آراستہ ہو کر سٹیج پر تشریف فرما ہو گئے۔ شاہ جی نے سفید سوٹ (جو آپ کی عادت کریمہ ہے) گرے و اسٹ، میو تیارنگ کی چادر اور کالا عمامہ شریف زیب تن کر رکھا تھا۔ ویسے تو شاہ جی خود بھی اور آپ کا ہر انداز بھی خوبصورت ہے مگر آج حدیث رسول کے نور میں بھیگی ہوئی رات اور اس رات میں شاہ جی کا نورانی چہرہ بدلی سے نکلے چاند کی کیفیت پیدا کر رہا تھا۔ اگر میری ڈیوٹی رپورٹنگ کی نہ ہوتی تو شاید شاہ جی کا چہرہ ہی تکتا رہتا لیکن پھر دل کو سمجھایا کہ یہ ڈیوٹی بھی تو انہی کی ہے۔ ان الفاظ میں بھی تو جلوہ انہی کا ہے، ان سطروں میں بھی تو نور انہی کا ہے اور اس تحریر میں جاذبت بھی تو انہی کی ہے اگر یہ باتیں شاہ جی کی نہ ہوں تو پھر اسے کون پڑھے گا؟ اگر یہ روایات شاہ جی کی نہ ہوں تو کون پذیرائی بخشے گا اور اگر ان الفاظ کو شاہ جی سے نسبت نہ ہو تو کون انہیں دل میں جگہ دے گا۔ گویا مقصد صرف نوکری کرنا ہے۔ کوئی انتظامی امور نبھا کر نوکری کر رہا ہے، کوئی سامعین میں شامل ہو کر نوکری نبھا رہا ہے، کوئی کسمرہ کے آگے تو کوئی کسمرہ کے پیچھے نوکری نبھا رہا ہے، کوئی کھڑا ہو کر تو کوئی بیٹھ کر نوکری نبھا رہا ہے، مقصد صرف شاہ جی کی نوکری ہے، وہ چاہیں تو لکھوانا شروع کر دیں، چاہیں تو بلوانا شروع کر دیں اور چاہیں تو زبان بندی کر دیں، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، ہمیں تو صرف نوکری کرنا ہے اور نوکری کر کے اپنے محبوب کو راضی کرنا ہے، ویسے یہ کوئی معمولی بات نہیں، میرے آقا حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ جس بندے سے محبت کرتا ہے اسے اپنے کسی ولی کی خدمت پر مامور کر دیتا ہے، گویا یہ نوکری تو قسمت والوں کو ملتی ہے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا کسی بندے پر سب سے بڑا انعام ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں قبول کر لیا گیا اور جن کی گردنوں میں نسبت کا پکا ڈال دیا گیا، تو پھر کیوں نہ کہوں کہ مولانا! ہماری عمریں بھی شاہ جی کو لگا دے، جنہوں نے ہم جیسے نکلے کو اپنی نوکری کیلئے قبول فرمایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عزت افزائی سے کبھی محروم نہ کرے۔

مثال نقش قدم بینہ کوئے جاناں میں
منا تو دے تجھے کوئی مگر اٹھا نہ سکے

کتنا سچ کہا ہے میاں محمد بخش صاحب نے:

میں نیواں میرا مرشد اچا، تے میں اچیاں سنگ لگاٹی
صدقے جاواں انہیاں اچیاں کولوں جہاں نیویاں نال نبھاٹی

کبھی کبھی الفاظ کا دامن نہایت تنگ معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ دل کی کیفیت کو سمجھ نہیں سکتے، یہ جذبوں کا باغیچہ غماہ نہیں کر سکتے، خلوص کے نور کا احصاء ان سے ممکن ہی نہیں، کیسے سمجھاؤں کہ دل چاہتا ہے اپنے آئندہ ماہ و سال کا لمحہ طشت میں رکھ کر شاہ جی کو پیش کر دوں اور شاہ جی کی ہر مشکل، ہر تکلیف خود لے لوں، لیکن یہ تو بڑی قسمت والوں کی شان ہے، اور بڑے مقدر کی ”کھید“ ہے۔ میرے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے شاہ جی کی نسبت حاصل ہے۔ اللہ میرے شاہ جی کی ہر خوبی میں مزید برکت عطا فرمائے اور آپ کے علم، عمل، عزت، وقار، حسن، رعنائی، جاذبت، خلوص، پیار، توجہ، اور ”ہمارے لئے شفقت“ میں مزید اضافہ کرے۔ آپ کا سایہ ہمارے سر پر سدا قائم رہے۔ آمین۔

آج تو رپورٹنگ بھی جذبات کی رو میں بہہ گئی، حالانکہ رپورٹر تو خشک سے انسان ہوتے ہیں، رپورٹرز نے جو دیکھا ہے وہی لکھنا ہوتا ہے،

لیکن ہم نے جو محسوس کیا اسے لکھنا شروع کر دیا۔

دراصل آنکھیں دھوکہ کھا سکتی ہیں اس لئے ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ آنکھیں سراب کا شکار ہو جاتی ہیں، لیکن دل نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ کسی سراب کا شکار ہوتا ہے، یہ حقیقت حال کے بہت نزدیک ہوتا ہے، جمعی تو میرے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”اپنے دل سے فتویٰ لو“۔ یہی وجہ ہے کہ دل تو ابوجہل کا بھی جانتا تھا کہ حضور ﷺ سچے نبی ہیں اور کافر بھی حضور ﷺ کو پہچانتے تھے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

يعرفونه كما يعرفون ابناءهم

اسی لئے تو کہتے ہیں کہ کبھی کبھی عقل کے حصار سے نکل کر حرم عشق میں قدم بھی رکھنا چاہیئے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشا ئے لب بام ابھی

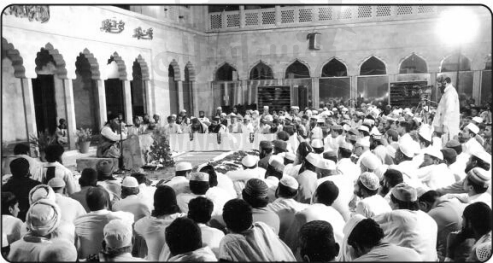
آئیے!!! پھر ریاض حدیث میں چلتے ہیں اور حدیث کے شمر کی خوشہ چینی کرتے ہیں۔۔۔

8:30 پر قاری ریاض کی تلاوت قرآن اور نعت سے شروع ہونے والی اس تقریب میں قاری نصیر طارق، قاری افضال انجم، علامہ محمد وقاص، فلتر علی چشتی نے بھی نعت رسول مقبول پڑھنے کی سعادت حاصل کی، پھر قاری مشتاق احمد نے نہایت حسین انداز میں تلاوت کلام پاک اور نعت شریف پڑھی۔ اس دوران بھی شاہ جی منیج پر ہی تشریف فرما تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ قلبی ذکر کی وادیوں میں محو ہو کر تلاوت و نعت سماعت فرما رہے ہیں۔

قاری مشتاق احمد کی تلاوت و نعت کے بعد شاہ جی بغیر کسی اعلان اور نعرے کے مسند حدیث پر جلوہ افروز ہو گئے اور سامعین پر حدیث رسول کا نور بکھار کر نے لگے، آپ خطبہ میں مندرجہ ذیل حدیث شریف تلاوت کرنے کے بعد یوں گویا ہوئے:

عن ابی ہریرۃ قال قال النبی ﷺ اذا اوى احدکم الی فراشه فلینفض فراشه بداخله ازاره فانہ لا یدری ما خلغہ علیہ ثم یقول یا سمک رب وضعت جنبی وبک ارفعه ان امسکت نفسی فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ بہ الصالحین

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم سے کوئی اپنے بستر پر جانے لگے تو اسے چاہئے کہ اپنے بستر کو اپنی چادر کے اگلے زائے حصے سے صاف کرے کیونکہ اسے کیا معلوم کہ اس کے بعد کیا چیز اندر آگئی پھر کہے اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ میں اپنا پہلو بستر سے لگاتا ہوں اور تیری عنایت سے اٹھاتا ہوں اگر تو میری روح قبض فرمائے تو اس پر رحم کرنا اور اس کی حفاظت فرمانا جیسے تو نے نیک بندوں کی حفاظت فرمائی۔“



اللہ کی روحانی، مادی اور دیگر تمام نعمتوں پر شکر، حضور ﷺ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر درود و سلام کے بعد انتہائی عزت کے لائق سامعین بانیکن! آپ رحمت عالم کی باتیں سننے کے لئے تشریف لائے میں آپ کو مرعبا، خوش آمدید کہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ اپنا خاص فضل و کرم، اپنی خاص رحمت اور اپنی خاص نوازش آپ کے اور میرے شامل حال فرمائے۔

ہم سب کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ اللہ نے اس کائنات میں اپنے بعد بزرگ ترین ہستی جناب رسالت مآب ﷺ کی بنائی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بڑی شائیں ہیں۔ آپ کے علم کی کوئی حد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انگوں اور پچھلوں کا کلمہ رحمت عالم کے سینے میں رکھا۔ آپ کی روحانیت اتنی بلند اور مستحکم ہے کہ اللہ کے نور کے جلوے رحمت عالم نے عرش معلیٰ پر دیکھے۔ پہلے انبیاء کرام کو اللہ نے کائنات کے معجزے عطا فرمائے، لیکن رحمت عالم کی اک اک سانس کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ بنا دیا۔ آیات بینات کے ایسے جلوے وجود حضور میں رکھے کہ جن کا احصاء کرنا ممکن نہیں، انسانیت اور آدمیت کی جو خدمات رحمت عالم کے نظام نے سرانجام دیں ہیں اس کی مثال مذاہب عالم پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ آپ کے اختیارات کی دنیا اتنی وسیع ہے کہ فرمایا میرے دو دروڑ پر آسمانوں پر اور دو دروڑ پر زمینوں پر ہیں۔ جبرائیل و میکائیل جن کے وزیر آسمانوں

میں اور صدیق و فاروق زمین پر جن کی امانتوں کے امین ہوں اس آقا ﷺ کی اپنی شان کا عالم کیا ہوگا۔

جناب والا! آپ کی عظمتوں اور شانوں کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آج صرف چند ایسی باتیں کروں گا جن کا تعلق ایک عام مسلمان کی عام زندگی کے ساتھ ہے۔ کسی شخص نے کہا تھا کہ تمہارے رسول کیسے ہیں کہ یہ تو پیشاب کرنے کے طریقے بھی سکھاتے ہیں تو صحابی رسول نے فرمایا کہ یہی تو قیادت کا کمال ہے کہ اونچی سے اونچی اور نیچی سے نیچی تربیت کے روشن نشانات عطا فرمادے۔ بلاشبہ قیادت کا مل وہی ہوتی ہے جو جلو توں سے خلوتوں اور بازاروں سے معبدوں تک زندگی کے کسی گوشہ کو تشنہ نہ چھوڑے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر ﷺ نے یہ کارنامہ سرانجام کیا۔

جو حدیث شریف پڑھی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی ایک اپنے پھونے پر آئے تو اپنی چادر کے کونے سے اپنے بستر کو تین مرتبہ جھاڑے اور جھاڑنے کے بعد کہے اے میرے رب! میں تیرے نام پر اپنے پہلوؤں کو بستر پر ڈال رہا ہوں اور جب انھوں گا تو تیرے ہی نام سے انھوں گا اور اگر تو نے میری روح قبض کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے تو یا اللہ مجھے بخش دینا، یعنی اگر کریم قدس سے فیصلہ ہو گیا ہے کہ روح کو اپنے پاس بلانا ہے تو معاف فرما دینا۔ علامہ یعنی نے لکھا کہ ”نفسی“ کا معنی ”روحی“ ہے۔

حضور نے شعور، فکر اور سوچوں کو حساس کر دیا تھا کسی دل میں خوف خدا پیدا کرنا کوئی چھوٹا کارنامہ نہیں۔ اس سے پوچھو جو صبح و شام انسانوں پر محنت کرتا ہے کہ انقلاب آئے۔ آج تو اپنے بیٹے کو بھی جوانی میں روکا نہیں جاسکتا کہ کہیں اسے فاشی لوٹ نہ لے اور بے حیائی کا



ناگ ڈس نہ لے، کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بچوں کے چہروں کی لالی کے اندر باپ کے خون جگر کی لالی ہوتی ہے، لیکن پھر بھی جوانی میں اولاد کو روکنا دشوار ہوتا ہے، تو عام لوگوں بد لانا کس قدر دشوار ہوتا ہوگا، میں دعوت دوں گا کہ سوچئے! مکہ شریف میں لوگ بچپن کو زندہ درگور کر دیتے، نومولود بچوں کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیتے، کتنا سنگ دل معاشرہ تھا پانی کی بالٹی پر ڈیڑھ ڈیڑھ سو سال جنگیں ہوتیں، تاریخ میں جھانک کر دیکھیں تو جو معاشرہ بے ہیبت کی تصویر نظر آتا ہے، میرے حضور ﷺ نے اس معاشرہ سے صدیق و فاروق، عثمان اور علم کے امین علی المرتضیٰ اور دیگر صحابہ پیدا کر دیئے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

برینڈر ڈرسل نے کہا تھا کہ ”کائنات علی ﷺ جیسا پیدا نہیں کر سکتی تو محمد ﷺ تو ان کے بھی آقا ہیں۔“

آج تو صاف گاڑی کے ساتھ اگر کوئی میلا سا آدمی ہاتھ لگا دے تو چہروں پر شکنیں پڑ جاتی ہیں، حضور ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو رشک قبر بنا دیا، نئے ڈھب کے انسان پیدا کئے، جن کی عظمت کے آگے ہیرے بھی ماند نظر آتے ہیں۔ امام جعفر نے فرمایا تھا کہ اصل میں ستارے ہم ہیں جو روشنی خاندان رسول نے دی ہے آسمان کے ستاروں میں وہ روشنی کہاں۔ میرے حضور نے انسانی معاشرہ کو دھویا۔

شاہ جی نے نبی کریم ﷺ کی غریب پروری پر بات کرتے ہوئے کہا کہ

ذوالقرنین بادشاہ کے سفروں کو میں نے پڑھا ہے وہ کسی غریب کی کنیا میں نظر نہیں آتا اور ایسے بادشاہ جہاں جہاں سے گزرتے ہیں وادیوں کی وادیاں زیر و زبر ہو جاتی ہیں لیکن میرے حضور صرف زبر کرتے ہیں، حضور ﷺ نے زیر کسی کو نہ کیا۔ میرے حضور نے چوروں، ڈاکوؤں شرابیوں کو فرمایا کہ ادھر آؤ، میرا چہرہ دیکھو، کلمہ پڑھو، تمہاری ساری نحوست دور ہو جائے گی۔

ایک بہت خوبصورت اور معنی خیز جملہ شاہ جی نے ارشاد فرمایا:

صاحبو! محلوں کے اندر رکھے ہوئے پتھر چمک تو دے سکتے ہیں لیکن کنیا کے اندر کے مسائل صرف میرے حضور نے حل فرمائے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے انداز تربیت پر بات کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ:

حضور ﷺ نے ہاتھ پکڑ کر کھانا کھانے کے آداب سکھائے، بیٹھنا سکھایا، گوشت کی بوٹی چبانے سکھائی، چلنے کا طریقہ سکھایا۔

حضور ﷺ نے انسانوں کو دھویا، شعور پیدا کیا، بستر پر آنے والوں کو سکھارہے ہیں کہ اسلام صفائی کا نام ہے، بستر پر بیٹھو تو جھاڑ کر۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر کا حاشیہ ہاتھ میں پکڑا اور فرمایا یوں جھاڑو۔ اور جھاڑ کر کہو یا اللہ معاف کر کے اٹھانا۔

پہلا پیغام:

شاہ جی نے اس حدیث پاک کی رو سے پہلا پیغام جو اپنے سامعین کو دیا کہ اپنے اندر جھانکو، جو رسول بستر پر لیٹتے ہی گناہ بخشوا دیتا ہے اگر زندگی بھر کے لئے اس رسول ﷺ کے قدموں میں چلے جاؤ تو کیسی بہار آ جائے۔ گویا پہلا پیغام یہ ہے کہ جو کچھ بھی کیا ہے اللہ سے معافی مانگو، کہو کہ اللہ معاف کر دے تو اللہ معاف کر دے گا۔ مسلم معاشرے میں احساس پیدا ہونا چاہیئے، انسان خود کو دیکھے اور توبہ کرے، بڑی زندگی سے ٹرن کریں، تو حضور ﷺ کی رحمتیں استقبال کریں گی۔



زختری نے کشف میں لکھا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا اللہ معاف کر دے تو مولا علی نے کہا کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ معافی مانگ رہا ہوں۔ مولا علی امر بالمعروف کا روشن نشان تھے فرمایا جھوٹی توبہ چھوڑ، یہ جھوٹوں کی توبہ ہے، سچے لوگوں والی توبہ کر، اس نے کہا کہ کیسی تو آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ سنئے!

مولا نے کائنات علی المرتضیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جس توبہ میں چھ چیزیں ہوں وہ سچی توبہ ہوتی ہے۔

۱۔ شرمسار ہو:

جب استغفر واللہ کہے تو سوچے کہ میں نے کیا کیا ہے؟ پھر اپنی غلطی پر نادم ہو۔ شرمسار ہو، حضور نے فرمایا کہ قیامت کو ایک شخص اٹھے گا جس کو نجات کا یقین نہیں ہوگا لیکن گردن جھکی ہوگی۔ اللہ پوچھے گا گردن کیوں جھکائی ہے تو کہے گا کہ مولا! شرمندہ ہوں اپنے گناہوں کی وجہ سے، تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ سب سے پہلے اس شخص کو جنت میں داخل فرما دے گا، اس لئے کہ شرمسار ہے، اگر بندہ شرمندہ ہو تو گناہ چاہے آسمان تک ہوں اللہ معاف فرما دے گا، گویا زندگی کو دھوؤ، اور زندگی میں صفائی صرف حضور ﷺ کی نظر سے آئے گی۔

۲۔ فرائض کی ادائیگی:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ توبہ کے لئے دوسری چیز فرائض کی ادائیگی ہے۔ توبہ کرنے والا نماز بخجگانہ اور دیگر فرائض کی بجا آوری کرے۔

شاہ جی نے دور حاضر کے فتنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم سخت آزمائش میں ہیں، اسلامی چینل بند کر دئے جا رہے ہیں تاکہ حضور ﷺ کی حدیث اور قرآن لوگوں تک نہ پہنچے پائے۔ مدرسے بند کئے جا رہے ہیں لیکن میں دھیمے لہجے میں کہتا ہوں کہ ہم تو کمزور ہیں

Isalm is Power, Quran is Power

شاہ جی نے فرمایا کہ جو خدا عا د و شمود پر پہاڑ اوندھے کر سکتا ہے، سرکشوں کو بھی اوندھا کر سکتا ہے، آپ نے ہمت بندھاتے ہوئے کہا کہ محمد عربی کے دین کا جھنڈا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اونچا رہے گا۔

ایک اہم سبق:

شاہ جی نے سامعین کو ایک نہایت اہم سبق دیتے ہوئے فرمایا کہ حضور کے دین کے نوکر بن کر بیٹھ جاؤ اور دین کی تعلیمات گھر گھر پہنچاؤ۔ فرائض کی ادائیگی کرو اس سے پاور Power آتی ہے اور نفوس

دلالت ہے۔

۳۔ حقوق کی واپسی:

توبہ کے لئے تیسری چیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمائی کہ: اگر کسی کا کوئی حق مارا ہے تو اسے ادا کرو، کسی سے کوئی چیز چھینی ہے، تو واپس کرو۔

شاہ جی نے نہایت سبق آموز واقعہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

شاہ جی کے بچپن کا سبق آموز واقعہ:

اپنے بچپن کا واقعہ سناتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ میں چھٹی یا ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا ایک دن میرے بیگ میں سے دو قلم (پن) نکلے۔ والدہ نے پوچھا کہ آپ کے پاس تو ایک قلم تھا یہ دوسرا کہاں سے آیا۔ میں نے کہا کہ ایک ساتھی طالب علم کا ہے انہوں نے کہا کہ اس سے پوچھ کے لائے ہو میں نے کہا کہ نادانستہ طور پر بیگ میں آ گیا ہے تو والدہ فرمائے لگیں کہ میں اس وقت تک تمہیں سونے نہیں دوں گی جب تک یہ قلم اس ساتھی طالب علم کے گھر پہنچا کر نہیں آؤ گے۔

دوسرا واقعہ:

شاہ جی نے فرمایا کہ میں بچپن میں اپنے گاؤں میں لوگوں کے خطوط لکھا کرتا تھا تو میری والدہ نے مجھے سختی سے ہدایات کر رکھی تھیں کہ ایک گھر کا غنڈہ دوسرے گھر میں نہیں جانا چاہیے یہ امانت میں خیانت ہوتی ہے۔

تیسرا واقعہ:

شاہ جی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جنگل سے گزرتے ہوئے کسی کی بکری کا دودھ دوہنا چاہا تو میری والدہ نے میری سخت پٹائی کی اور فرمایا کہ



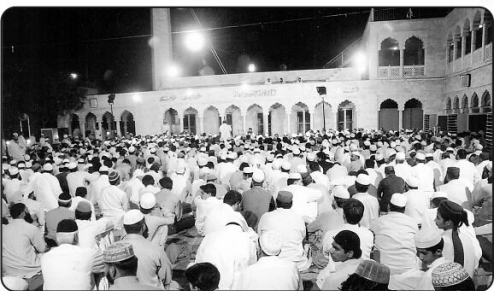
حرام کا دودھ پی کر سینے میں علم کا نور کیسے آئے گا۔

شاہ جی نے ایک خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ جن اور تعویذ کا علاج ممکن ہے لیکن کسی غریب کی بددعا کا علاج نہیں، اس لئے اگر کسی کا کچھ کھایا ہے تو اسے واپس کر کے معافی مانگئے۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ سناتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت فرمایا کہ میرے بھائیوں کو بلاؤ یعنی حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم، پھر انہیں کہا کہ میں امانت کا معاملہ تمہارے سپرد کرتا ہوں اور رونے لگے فرمایا کہ قیامت کی ہولناک چیزیں دیکھ رہا ہوں اگر ساری دنیا بھی فدیہ میں دے دوں تو وہ قیامت بڑی ہولناک ہے۔ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ دعائے رسول ہیں، آپ نے دین کی خدمت کی، اللہ آپ کا انجام اچھا کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ انہی باتوں کی قیامت والے دن گواہی دینا۔ حضرت عمرؓ کا سر حضرت ابن عمرؓ کی جمبوی میں تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے زمین پر لٹا دو۔ حضرت ابن عمرؓ نے پٹلیوں پر سر رکھ لیا، لیکن آپ نے فرمایا کہ نیچے مٹی پر میرا سر رکھ دو۔ پھر عاجزی اور انکساری سے کہنے لگے کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں مجھے معاف فرما دے۔

شاہ جی نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کا حساس ہونا دیکھئے، ان کی درو مندی دیکھئے اسی عاجزی، انکساری سے، حضرت ابو بکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں کسی مومن کے سینے کا بال ہوتا۔

ہمارے ذہنوں پر دستک دیتے ہوئے شاہ جی نے کہا آج کتاب اللہ اور رسول اللہ سے ہمارا تعلق کیسا ہے، عقیدہ کیسا ہے، نمازیں کیسی ہیں۔۔۔



پھر شاہ جی نے ہمت بڑھاتے ہوئے فرمایا:

All of us repairable۔ ہمارے ڈینٹ نکلنے چاہئے اور یہ ڈینٹ کہاں سے نکلیں گے؟

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک۔۔۔ الایۃ

یعنی معافی حاصل کرنے کا دروازہ صرف اور صرف ذات رسول پاک ہے۔

۴۔ کسی پر ظلم کیا ہے تو معافی مانگ لو:

گچی تو بکی چوٹی شرط حضرت علی المرتضیٰؓ نے ارشاد فرمائی کہ اگر کسی پر کوئی ظلم کیا ہے تو اس سے معافی مانگی جائے۔

شاہ جی نے فرمایا کہ جب میں نے آٹھویں کا بورڈ کا امتحان پاس کیا تو میرے استاد بابا کریم جن کی عمر 95 سال تھی چھ میل کا فاصلہ طے کر کے میرے گھر آئے اور مجھے کہنے لگے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ کو مارا تھا اپنے نانا کا صدمہ مجھے معاف کر دو۔
گویا اندر کی انا کو ختم کرنا ہوگا، اندر کے سرکش انسان کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ۔ اگر دو لفظوں سے قیامت کا بوجھ ختم ہو جائے تو ہمیں اور کیا چاہئے۔ عفو کی مثال دیکھنا ہو تو حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو دیکھئے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے کسی مدنی کو مکہ میں امیر نہ بنایا بلکہ مکہ کے رہنے والوں کو ہی امارت سونپ دی اور ان لوگوں کو عہدے دے جنہوں نے حضور ﷺ کو مکہ سے باہر نکالا تھا گویا حضور ﷺ نے مکہ والوں کو صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ معافی کے ساتھ ساتھ عہدے بھی عطا کئے۔

شاہ جی نے ایک اور سبق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ محکم مسلمان، بنیں، بکھرا ہوا مسلمان نہ بنیں، اللہ اور رسول کے ساتھ صحیح ہو جائیں۔
۵۔ عزم:

گچی تو بہ کی پانچویں خصوصیت حضرت علی المرتضیٰ نے ارشاد فرمائی کہ توبہ کرنے والے کا ارادہ ہونا چاہئے کہ آئندہ گناہ نہیں کرے گا، یعنی بندہ عہد کرے کہ آج کے بعد اللہ و رسول کی رضا کے ساتھ زندگی گزاروں گا اور یہ عقیدہ ذہن میں رکھے کہ اللہ اور مدینے والا آقا دیکھ رہا ہے۔

۶۔ اطاعت:

چھٹی شرط ارشاد فرماتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا حضور ﷺ کی اطاعت کرے۔
ایسا نہیں کہ پرانے زمانے میں گناہ نہیں ہوتے تھے بلکہ گناہ ہوتے لیکن حضور ﷺ انہیں وجود دیتے، حضور کے ایک کفش بردار صحابی تھے، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے انہیں کسی کو بلانے کے لئے بھیجا راستے میں جاتے ہوئے ان کی نظر کسی عورت پر پڑ گئی، فوراً نظریں نیچے کیں، بھاگ کر جنگل میں چلے گئے، روتے رہے اور کہتے کہ میں نافرمان ہوں، مجھ سے بد نظری کا گناہ ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل کو نازل فرمایا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت سلمان فارسی کو بھیجا کہ اسے ڈھونڈ کر لاؤ، آپ دونوں جنگل میں گئے۔ ایک چرواہے سے اس صحابی کا پوچھا اس نے کہا کہ ایک نوجوان ہے جو روتا رہتا ہے، حضرت عمر ﷺ نے انہیں پکڑ لیا تو وہ صحابی کہنے لگے کہ مجھے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس وقت پیش کیجئے گا جب حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہو، جب ان صحابی کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو وہ بیہوش ہو گئے، سلام کے بعد حضور نے فرمایا کہ یہ آیت پڑھ لیں تو اللہ گناہ معاف فرما دے گا۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار

وہ صحابی گھر گئے انہیں بخار ہو گیا، حضور ﷺ ان کی تیمارداری کے لئے گئے اور ان کا سر اٹھا کے اپنی گود میں رکھا، تو کہنے لگے کہ حضور ﷺ! میں گندہ ہوں اور آپ صاف ہیں یہ کہہ کر وہ صحابی واصل باللہ ہو گئے۔ ان کے نماز جنازہ میں حضور ﷺ بچوں کے بل چل رہے تھے، جب آپ سے بچہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ اس جنازہ میں فرشتے ہی اتنے ہیں کہ زمین پر تل دھرنے کو جگہ نہیں۔

یعنی اگر احساس پیدا ہو جائے تو حضور ﷺ اب بھی گناہ دھوتے ہیں۔

آخر میں سامعین کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا:

صاحبو!

میری غرض دینی ہے، آج مغربی قومیں دین اسلام کو دباننا چاہتی ہیں، چین میں عیسائیوں نے اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ اگر کوئی منہ دھوتا تو اسے گولی مار دیتے کہ یہ مسلمان ہے اور وضو کر رہا ہے۔ اسلام دشمنوں نے بچوں کو کانا، عورتوں کو بے عصمت کیا۔ آج وہ پھر خواب دیکھ رہے ہیں کہ دنیا سے مسلمانوں کو ختم کیا جائے، مسلمانوں کے تمدن اور تہذیب کو ختم کیا جائے، آج تعلیم کے نام پر Teen Aged بچوں کو مغرب دھڑ دھڑ ویزے دے رہا ہے تاکہ وہ بدکاری سیکھ کر یہاں آئیں اور صحیح معنوں میں مسلمان نہ رہیں۔ میں اپنے سامعین سے التماس کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کے غلام کی حیثیت سے زندگی گزاریں۔ یاد رکھئے کہ دنیا میں کوئی طاقت ایسی پیدا نہیں ہوئی جو حضور ﷺ کے دین کو مٹا سکے۔

اس طرح یہ سبق آموز، ہمت امیز درس حدیث کا خطاب ختم ہوا۔ خطاب کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ذکر اور پھر بیگلی آنکھوں اور سرسکیوں سے دعا کی گئی۔ یوں لوگ اپنے دلوں میں اللہ و رسول کی اطاعت، گناہوں پر ندامت اور خدمت دین کا جذبہ اسی نعتیں لے کر اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

تبصرے و جائزے



علامہ جمال الدین ڈیرہ کی تحقیقی اور تاریخی کتاب

”تحریک پاکستان میں علماء کرام کا کردار“

تحریر: محمد نواز کھرل

تاریخ لکھنا ایک کام ہے، تاریخ بنانا کاروبار۔ مگر ایک کام تاریخ پڑھنا بھی ہے۔ اس رعایت سے کوئی تاریخ دان ہوا، کوئی تاریخ نواز اور کوئی تاریخ ساز۔ بد قسمتی سے برصغیر پاک و ہند میں تاریخ لکھنے والے تاریخ بنانے والوں کو بوجہ اپنا دشمن خیال کرتے رہے لہذا سچی تاریخ کے جھوٹے مومنین نے الزام اور انعام کے سائے میں ایسی تاریخ لکھی جس کے ورق ورق پر تاریخ کے جھوٹے سچ اور سچے جھوٹ بکھرے ہوئے ہیں۔ دیانت دارانہ بددیانتی کی تاریکیاں بکھیرنے والے اور حقائق کو قتل کرنے والے اہل قلم نے قیام پاکستان کی تاریخ لکھتے ہوئے بڑے گل کھلائے اور خوب ہاتھ دکھائے ہیں۔ اسی سبب آج اہل وطن میں بہت کم یہ جانتے ہیں کہ تاریخ بنانے والوں کا عظیم و مخلص قافلہ 16 تا 19 مارچ 1925ء کو مراد آباد میں جمع ہوا تھا۔ اس موقع پر برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض سے آئے ہوئے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے ”آل انڈیائی کانفرنس“ تشکیل دی۔ جس نے تحریک پاکستان میں اساسی کردار ادا کیا۔ مراد آباد میں جمع ہونے والے یہ علماء اور مشائخ مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کی زندہ روایت اور عملی جہاد کا حصہ تھے، وہ مولانا فضل حق خیر آبادی جنہوں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں جہاد کا نونی دے کر اسے ہر مسلمان پر لازم ٹھہرایا تھا اور اسی جرم کی پاداش میں وہ کالے پانی کی مباحثت سزا کے مستحق ٹھہرائے گئے تھے۔ 1925ء کے بعد 27 تا 30 اپریل 1946ء کی بنارس سنی کانفرنس تحریک پاکستان کا ایک اور اہم باب ہے۔ اور اوراق تاریخ گواہ ہیں کہ سواد عظیم کا یہ ایک یادگار اور تاریخ ساز اجتماع تھا جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ اگر مسلم لیگ بھی مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو جاتی ہے تو پھر بھی ہم پاکستان بنا کر ہی دم لیں گے۔ یہ عاشقان رسول کی کتاب زندگی کا ایک روشن باب ہے لیکن افسوس کہ آج تاریخ کی کتابوں میں تحریک پاکستان میں علمائے حق کے جذبوں اور ولولوں کی قابل فخر داستان کم کر دی گئی ہے کیونکہ خمیر فروش مورخین نے تاریخ کو افسانہ اور افسانہ کو تاریخ بنا کر حقیقی تاریخ کا حلیہ بگاڑ دیا۔ حقیقی تاریخ اور حقیقت تاریخ کو سامنے لانا، ایک قرض بلکہ فرض تھا جسے پورا کرنے کے لئے علم و دانش کے آسمان پر چاند کی طرح رعنائیاں بکھیرنے والے پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی مسلسل کئی برس ”جہان رضا“ کے صفحات پر تحریک پاکستان کی ان کہی کہانی لکھتے رہے اور تاریخ کے حافظے میں ترتپے حقائق قارئین تک پہنچاتے رہے۔ دھیان، گمان، گیان، عرفان اور وجدان کی دنیا کے باشندے پیر زادہ اقبال احمد فاروقی کے حقائق کشا قلم سے تخلیق ہونے والے انہی مضامین سے استفادہ کرتے ہوئے ڈیڑھ گاڑی خان جیسے دور آباد شریں مقیم درویش صفت انسان علامہ جلال الدین احمد دیوبند کے ایک تحقیقی کتاب ”تحریک پاکستان میں علمائے کرام کا کردار“ ترتیب دی جو اس بے ریا، اُجٹے، سچے اور صداقت شعار محقق کی وفات کے بعد حال ہی میں شائع کی گئی ہے۔ 288 صفحات پر مشتمل اس کتاب کا ایک ایک لفظ لوح تاریخ کا درخشاں نوشتہ ہے۔ مکتبہ نبوی لاہور کی طرف سے شائع کی گئی۔ یہ کتاب تحریک پاکستان میں علمائے حق کے روشن اور تابناک کردار کا حقیقی اور تحقیقی جائزہ ہے۔ یہ کتاب تاریخ کی آواز ہے۔ گئے وقتوں کی اُجلی کہانیوں کے عنوان اور روشنی سے ملتے جلتے انسان پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کے دلکش مضامین سے اخذ کی گئی۔ اس خوبصورت کتاب کے دامن میں ورق در ورق اور عکس در عکس علماء کرام کی یادیں، باتیں اور ملاقاتیں جھلملاتی اور ہر صفحے سے ناقابل تردید سچائیوں کا سورج طلوع ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ کتاب تاریخ کا الہم ہے، جس کا صفحہ صفحہ تحریک پاکستان کی تصویروں سے سجا ہوا ہے۔ 7۔ بہ فکر کے نقیب اور خرمیت لفظ کے امین علامہ جلال الدین احمد دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلآویز کتاب ترتیب دے کر تاریخ کی عدالت میں قلمی شہادت پیش کی ہے اور قارئین کو بتایا ہے کہ تاریخ کے ماتھے پر ہمیشہ جگمگ جگمگ کرنے والے علمائے حق نے کبھی مفاد کے بازار میں اپنی دستاویز نہیں بیچی، اس لئے وقت کے کٹہرے میں علمائے اہل سنت تابدہ تابدہ جبکہ کانگریسی علماء شرمندہ شرمندہ رہیں گے۔ اس کتاب کی اشاعت سے مخالفانہ بلکہ منافقانہ پروپیگنڈے سے اٹھائے ہوئے گرد و غبار میں سے تاریخ کا صاف اور شفاف چہرہ پوری طرح نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خوش ذوق قارئین یہ کتاب شوق کی آنکھوں سے پڑھیں گے اور انہیں تسکین قلب و نظر کا سامان ضرور میسر آئے گا۔ میں اس کتاب کی اشاعت پر بیکر جمال و کمال، شعلہ خرم سوز، شرار آتش افروز، مقبول دعاؤں جیسے حضرت پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کو دل، دماغ اور روح کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ کتاب کی قیمت 250 روپے ہے اور مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور 7213562-042 سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

داناگی کی باتیں اشعار میں

ہے مُردوں کو بیش اور اچھوں کو ہے دنیا میں رنج
توڑتا ہے گل کو کھجیں چھوڑتا ہے خار کو

فطرت کو ناپسند ہے سختی زبان میں
پیدا ہوئی نہ اس لئے ہڈی زبان میں

چھتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بال بھر
کل جاتی ہے اخیر کو رگت خضاب کی

جو مرتے بادشاہ ہو کر تو ترکین کچھ نہیں ہوتی
یہی دو گز کفن ہوتا ، یہی دو گز زمیں ہوتی

عبث طول اُسل ہے یہ چنناں ہو گا چنیں ہو گا
نہیں ہے دور وہ ساعت کہ تو زہر زمیں ہو گا

غافل یہاں کے لذت و آرام پر نہ جا!
دنیا میں ہائے ہائے بہت ہے ، مزے کے بعد

جو ہے جری بحکم خدا لازوال ہے
شہباز ہے حرام کبوتر حلال ہے

نہ رنج رفتاں کر رفتہ رفتہ
پہنچ جائے گا تو بھی کارواں تک

خدا کی یاد میں دیائے دوں سے منہ جو موڑے ہیں
وہی انسان اچھے ہیں مگر افسوس تھوڑے ہیں

زندگانی بھی ایک دم وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

عزیز احباب ساتھی دم کے ہیں سب چھوٹ جاتے ہیں
جہاں یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں

شعلہ تھا عہد جوانی از گیا
برف تھا بیگم پیری ختم رہا

ایک انگوٹھا ہے اس کے ساتھ ہیں چار انگلیاں
اس طرح اک مرد ہو سکتا ہے شوہر چار کا

ہم نے خدا کو پہچانا۔۔۔۔۔ مگر ان کا حق ادا نہ کیا۔
 ہم نے قرآن مجید پڑھا۔۔۔۔۔ مگر اس پر عمل نہ کیا۔
 ہم نے محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کیا۔۔۔۔۔ مگر ان کی سنت پر عمل نہ کیا۔
 ہم نے عداوت شیطان کا دعویٰ کیا۔۔۔۔۔ مگر اس کی مخالفت نہ کی۔
 ہم نے خدا کی نعمتیں کھائیں۔۔۔۔۔ مگر اس کا شکر ادا نہ کیا۔
 ہم نے جنت کو چاہا۔۔۔۔۔ مگر اس میں جانے کی تیاری نہ کی۔
 ہم نے جہنم سے پناہ مانگی۔۔۔۔۔ مگر خود ہی اپنے نفس کو اس میں ڈال دیا۔
 ہم نے موت کو حق جانا۔۔۔۔۔ مگر اس کے لئے تیاری نہ کی۔
 ہم نے اپنے بھائیوں کی عیب جوئی کی۔۔۔۔۔ مگر اپنے عیب نہ دیکھے۔
 ہم نے مُردوں کو دفن کیا۔۔۔۔۔ مگر موت سے عبرت حاصل نہ کی۔

قرآن میں استعمال ہونے والے حروف کی تعداد

قائد اہل سنت قبلہ علامہ

سید ریاض حسین شاہ صاحب

کو حرمین شریفین کی حاضری پر

ہدیہ تبریک

پیش کرتے ہیں

منجانب
صاحبزادہ حسنا احمد مرتضیٰ
(جرمنی)

1277	ط	48872	الف
842	ظ	11428	ب
922	ع	1099	ت
2208	غ	1276	ث
8499	ف	3373	ج
6812	ق	3793	ح
9500	ک	2416	خ
30433	ل	5602	و
2650	م	4677	ز
45190	ن	11793	ر
25536	د	1590	ز
19070	ہ	5891	س
4720	ء	2253	ش
45919	ی	2013	ص
		1607	ض

منجانب: عبد المجید مغل اسلام آباد

300 نئے انداز ہی ادبی مسائل و جرائد پر مشتمل پانچوں صوبوں اور آزاد کشمیر پر مشتمل
کونسل آف جرائد اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام



مہینہ یاور کشاپ نمائش سال و جرائد اہل سنت پاکستان پنجاب

19-20 جون 2010 بروز ہفتہ، اتوار

بمقام جامعہ نعیمیہ لاہور

ورکشاپ میں پنجاب بھر سے معروف علماء و مشائخ سینیئر صحافی،
پروفیسرز، ڈاکٹرز، وکلاء اور سکا لرز مقالہ جات پیش کریں گے

2009ء میں طباعت و اشاعت اہل سنت و جرائد کے اعتبار سے بہترین رسائل و جرائد کو یادگاری شیلڈ دی جائیں گی

0300-0323-4388083

جنرل سیکریٹری محمد ضیاء الحق نقشبندی

0333-4284340

صدر محمد نعیم ظاہر رضوی

0334-9821898

سیکریٹری نشر و اشاعت سید قمر احمد سبزواری

0333-4227098

سینئر نائب صدر برکات احمد نیاز سیالوی

دفتر: شہزاد منزل،
دہلی روڈ، لاہور کینٹ

کونسل آف جرائد اہل سنت پاکستان

مسلمانوں کو قطرت بشری کے ساتھ جینے کی بجائے اسوہ حسنہ کے سائے میں پناہ لینے چاہئے۔ ٹو کے خان، بجلی بی بی اور قہرمان خان بننے کے لئے کمزوریوں اور معصیتوں کے حصار میں نہیں آنا چاہئے۔ جس پاک ذات اور قدسی صفات ہستی نے رحمت و شفقت سے دنیا کو نمونہ جنت بنا دیا تھا اس کی ارض جنت کو قتل و غارت اور وحشت و دہشت سے جہنم زار نہیں بنانا چاہئے۔ جن مسلکوں کے پیروں سے ایسے گندے کیڑے پیدا ہو رہے ہیں انہیں فکر و نظر کے حوالے سے معدہ تطہیری کے لئے کسی روحانی مستشفی کا رخ کرنا چاہئے۔ دنیا میں عدل و فضل اور مہر و شفقت کی عمل داری کے لئے رحمۃ اللعالمین آقا ﷺ کی سنت حسنہ اپنانی چاہئے۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: ڈاکٹر محمد آصف

یہی تو ہے ناس جس پر آپ اعتماد کرتے ہیں

ناس بیکرز اینڈ سویٹ ہاؤس

پروپرائیٹر: نعیم برادران

شامی پارک فیزبرل نہر چوکی امرسدھولا ہور

فون: 5823188

برانچز:

چوک یتیم خانہ لاہور فون: 7572467

نزد نیشنل بینک، کاہنہ نو، لاہور فون: 5276404-5

اعوان مارکیٹ فیروز پور روڈ لاہور فون: 5826994

حجۃ الاسلام فقید اعظم مولانا محمد نور اللہ مفتی دکن سوان سالانہ

اتھانیسوان سالانہ

عمر مبارک

مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کا

سالانہ اجلاس

زیر صدارت:

جانشین فقید اعظم صاحبزادہ مفتی محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی

مؤرخہ: 14-15 رجون 2010ء، بروز سوموار، منگل۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

خصوصی دعا: 15 رجون، منگل، یکشنبہ

برمقام: دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا

فون: 044-4771014 سوبائل نمبر: 0300-4321088

ایمان اور عقیدہ کبھی مرا نہیں کرتے، ایسی انسانی روحیں جو عظمتوں کے عرش پر بوسہ زن ہونے کی خواہش رکھتی ہوں انہیں یہ شعور بیدار کرنا چاہئے کہ رفعتوں کے آسمان تک اسلام کی سیڑھی بغیر چڑھنا امر محال ہے۔ یاد رکھو! جب ہر حوالہ مشکوک ہو جائے، جب ہر منصوبہ بندی تاریک پڑ جائے اور ہر مسیحا بے اعتبار ٹھہرے، اُس وقت سے درس ضرور لینا جب مقدس خون کو خاک میں ملانے والے کعبہ کو بھی ڈھا چکیں تو ایک تدبیر پابہ زنجیر زین کی آواز سے ابھرے گی اور وہ تمہیں بتائے گا ایمان اور عقیدہ ہر زمانے میں آزاد ہوتے ہیں۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: سید آٹو مو بلز

بابو بازار، صدر بازار راولپنڈی، فون: 5566544, 5563743